ردِّ روشن بجواب ردِّ قوی

BRIGHT REBUTTAL — STRONG REBUTTAL

الموسوم بہ

مشاہدۂ مہدویت

از قلم:

مولانا محمد عبدالقوی

(ناظم ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد و نائب ناظم مجلس علمیہ آندھراپردیش)

برکات بکڈپو

Barakaath Book Depot

17-1-391/2/M/1, Khaja Bagh, Sayeedabad, Hyderabad-59 (A.P)

تفصیلاتِ طباعت

- نام کتاب — ردروشن - بہ جواب - ردقوی
- مصنف — مولانا محمد عبدالقوی صاحب مدظلہٗ
- صفحات — 120
- قیمت — Rs. 80/-
- کمپوزنگ — سیدخواجہ نصیرالدین قاسمی
- طباعت — عائشہ آفسیٹ پرنٹرس روبروفائراسٹیشن، جدیدملک پیٹ 9346338145
- ناشر — برکات بکڈپو ،خواجہ باغ کالونی، سعیدآباد

ملنے کے پتے

- مکتبہ فیض ابرار نزد مسجد اکبری اکبرباغ، حیدرآباد۔ ۳۶ 040-65709415
- برکات بکڈپو ،خواجہ باغ کالونی، سعیدآباد 7702234385
- مدرسہ خیرالمدارس، چودھری نگر، لاتور مہارشٹرا 09421956690

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تقدیم

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ اَمَّا بَعۡدُ!

میری کتاب ''مطالعۂ مہدویت'' کی رد میں ایک مہدوی عالم جناب سید یعقوب روشن یداللہی صاحب نے ''ردِقوی'' کے نام سے کتاب لکھی، جس میں انہوں نے مطالعۂ مہدویت کے مشمولات پر تبصرہ بلکہ جرح فرمائی ہے جس کا انہیں بے شک حق تھا اور اب بھی ہے۔

چونکہ اس کتاب کے لکھے جانے کی اطلاع پہلے ہی مجھے ایک سنجیدہ و فکر مند نوجوان جناب رفیع الدین مہدوی سے مل گئی تھی، انہوں نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ حقائق سے آگہی کے واسطے میں اس کتاب کا سنجیدگی و انصاف پسندی سے ضرور مطالعہ کروں گا۔ میں نے ان کے خلوص دل کے مدنظر وعدہ کر بھی لیا تھا، اس لئے اس کا شدت سے انتظار رہا۔ کئی ماہ بعد انہوں نے اس کتاب کے متعدد نسخے بدستِ خود مجھے پہونچائے، اور دوبارہ اصرار کیا کہ میں بغور اس کا مطالعہ کروں، میں نے اسی رات مکمل مطالعہ کیا اور بہ ذوق وشوق کیا؛ کیوں کہ اس طرح کے تبادلۂ علمی میں کچھ نہ کچھ مفید موضوع مواد حاصل ہوا کرتا ہے، جو افزائش علم کا سبب بنتا ہے۔ مگر اندازہ ہوا کہ فاضل تبصرہ نگار نے تبصرہ کے دوران جذبات پر قابو نہ رکھ سکنے کی وجہ سے غیر ضروری بلکہ غیر متعلقہ مباحث کے ذریعہ بور کرنے والی طوالت کا راستہ اختیار کیا، نیز عبارات میں اور کتابت اور ترکیب و تعبیر کے املا میں اتنی اغلاط چھوڑ دیں کہ پڑھنے والا بیزار ہو جائے حتیٰ کہ آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ نبویہ بھی مضحکہ خیز ٹائپ کی غلطیوں سے پُر ہیں۔ اب پتہ نہیں کہ انہوں نے خود بیزارگی کے عالم میں دفع الوقتی کے طور پر ایسا کام کیا یا ان کی بساطِ علم اسی قدر تھی! وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ

اس کتاب میں انہوں نے ''مطالعۂ مہدویت'' کو ''بچکانی اعتراضات'' کا مجموعہ قرار دینے کے باوجود 140 اقتباسات ـــــ بقول ان کے اعتراضات ـــــ میں سے صرف پانچ جگہ مصنف کی غلطی کی نشاندہی فرمائی ہے، ان میں سے بھی تین جگہ بلاوجہ کی کھینچ تان کی ہے اور دو جگہ واقعی لفظی تسامح ہوا ہے۔ ''ردقوی'' میں ان دو کام کی باتوں کے علاوہ باقی سب تحصیلِ حاصل اور تکرارِ مضمون ہے۔ جبکہ میں نے پہلے ہی یہ لکھ دیا تھا کہ ''نقل عبارت میں احتیاط برتی گئی ہے پھر بھی کہیں چوک ہوگئی ہے تو اطلاع ملنے پر اسے تسلیم کرکے اس کی تصحیح کی جائے گی''...... مگر موصوف تبصرہ نگار نے اس کو مصنف کی دانستہ کارستانی قرار دیتے ہوئے اس کو مجذوب، مخبوط الحواس، بچکانی حرکتوں کا مرتکب، گندگی پھیلانے والا، عالمِ سوء، پراگندہ دماغ، چندہ جمع کرکے خود پروری کرنے والا، بددین وذلیل، اور علمی دیوالیہ پن کا شکار، وغیرہ وغیرہ القابات سے نوازا، اس کا بھی ان کو حق تھا اور ہے۔

مجھے ان کی سخت کلامی اور اہانتِ شخصی سے چنداں تعرض نہیں کہ وہ ایک بزرگ ومعمر آدمی ہیں ان کے غضب کو گوارا کرلینا چاہیے، البتہ کذب بیانی، بدنیتی اور خیانتِ علمی کے الزام پر اعتراض ضرور ہوا کہ مجھے اہل علم سے اس کی توقع نہ تھی، اسی لئے ان کے الزامات کو رفع کرنا ضروری سمجھا اور ''ردقوی'' کے مطالعے کے فوراً بعد اپنا تبصرہ تحریر بھی کرلیا تھا۔ مگر اس کی اشاعت کو بے ضرورت سمجھتا رہا، اس خیال سے کہ دونوں کتابوں کا مطالعہ وموازنہ کرنے والا عام سے عام آدمی بھی یہ فرق خود ہی سمجھ لے گا۔

لیکن اب جبکہ علماءِ اسلام کے علاوہ آندھرا، کرناٹک اور مہاراشٹر کے بیسیوں معتدل وانصاف پسند مہدوی بھائیوں کی طرف سے بھی توجہ دہانی ہوتی جارہی ہے تو میں ضرورت کا درجہ سمجھ کر ''ردِقوی-Strong Rebuttal'' پر اپنے تبصرہ کو ''ردِروشن Bright Rebuttal'' کے نام سے شائع کررہا ہوں، اس میں درج ذیل مضامین شامل ہیں۔

① جناب یعقوب روشن صاحب کے الزامات کا جواب۔

② غیر مہدوی علماء کے حوالوں کی حقیقت۔

(۳) حضرت مہدی سے متعلق اہلِ اسلام کے اجماعی عقیدے کی وضاحت۔

(۴) وہ وسطِ زمانہ میں نہیں آخری زمانہ میں ہوں گے۔

(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہی کے دور میں ظاہر ہوں گے۔

(۶) حضرت مہدی و حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو علاحدہ ہستیاں ہیں۔

(۷) حضرت مہدی معصوم عن الخطا نہیں ہوں گے۔

(۸) حضرت مہدی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہوں گے۔

(۹) خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء کی حقیقت۔

مذکورہ بالا سب عنوان وہی ہیں جو ''ردقوی'' میں جناب روشن صاحب نے اٹھائے ہیں، اسلئے اس سلسلہ کی ضروری باتیں ''رد روشن'' میں شامل کر لی گئی ہیں۔

مہدوی لٹریچر کے مطالعہ سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی باتیں میراں صاحب کی جانب بعد والوں نے منسوب کردی ہیں، ورنہ وہ خود باقاعدہ عالم دین تھے بلکہ ''اسد العلماء'' کہلاتے تھے وہ صدیوں سے امت کے متفق علیہ عقائد کے برخلاف نئی باتیں کیسے فرما سکتے تھے؟ جبکہ وہ بار بار کہتے رہے ''ما مذہب نو نیاوردہ ایم'' (نور الہدیٰ ص:۱۴) یعنی ہم کوئی نیا دین نہیں لائے ہیں، ''مذہب ما کتاب اللہ و اتباع محمد رسول اللہ'' (ردقوی ص:۱۶) یعنی ہمارا دین تو بس کتاب اللہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع ہے۔ اور شریعت کا احترام اس قدر تھا کہ ایک مسئلہ میں شرع کی خلاف ورزی دیکھنے پر ناراض ہوتے ہوئے فرمایا......
''آں را کشف نمی تواں گفت کہ رعایتِ شرع محمدی از و قائم نشود''......یعنی اس کو کشف نہیں کہتے جس سے شریعتِ محمدی کی رعایت برقرار نہ رہ سکے۔ اور یہ ارشاد فرمایا کہ ''معلوماتِ شما در تنور افتاد باد کہ خلافِ شرع محمدی کردید'' (شواہد الولایت:۲۶۰) یعنی تمہاری معلومات آگ میں ڈال دی جائیں تو بہتر ہے کیوں کہ تم نے ان کی وجہ سے شریعتِ محمدی کی خلاف ورزی کی ہے۔ اسکے باوجود یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ باتیں ــــ جو منصوصاتِ قطعیہ کے خلاف ہیں اور میراں صاحب کے حوالہ سے کتبِ مذہب میں پائی جاتی ہیں ــــ انہوں نے کہی ہوں؟

پس میراں صاحب کے مذکورہ بالا ارشادات ــــ جو تمام امت کے نزدیک متفق علیہ ہیں ــــ کی روشنی میں اگر کتاب وسنت اور اجماع امت کو اصل مانا جائے اور بعد والوں کی تمام نقلیات ومزعومات کو اس محک پر گھس کے اور اسی شکنجے میں کس کے دیکھا جائے تو حق بالکل واضح اور روشن نظر آ سکتا ہے۔ مگر اس کے لئے تعصب قومی کو چھوڑ کر جستجوئے حق کی جرأت پیدا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ بندگی میاں ولی جی نے یہود کے مرض کی تشخیص کرتے ہوئے سچ کہا ہے کہ ''اکثر مردماں از تقلیدِ پدراں بیروں نہ آیند و بارسول موافقت نہ نمایند'' (انصاف نامہ ص:۱۵) یعنی اکثر لوگ باپ دادا کا طریقہ چھوڑ کر نبی کی اطاعت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے ہیں۔

اس کے بعد میں اپنے ناقد حضرت سید یعقوب روشن صاحب کی خدمت میں نہایت ادب کے ساتھ یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ اپنی کتاب کے درج ذیل تضاد پر سنجیدگی سے غور فرمانے کی زحمت کریں تو آپ کو خود اندازہ ہوگا کہ آپ اپنے معتقدات کو کتاب وسنت کی واضح عبارات اور قطعی نصوص سے مدلل کرنے کے سلسلہ میں کس قدر بے بس ہیں۔

آپ نے اپنی کتاب ''ردِقوی'' کے صفحہ:۴۵ پر لکھا ہے: ''ہمارا عقیدہ قرآن اور صحیح احادیث پر مشتمل ہے''۔ صفحہ:۴۷ پر لکھا ہے کہ (دین کی تحقیق کے سلسلہ میں از ناقل) ''یہ احتیاط برتی جاتی ہے کہ پہلے قرآن پاک اور حدیث شریف کا موقف ــــ (سمجھایا جاتا ہے اسکو از ناقل) سمجھانے کے بعد مہدی علیہ السلام اور ان کے خلفاء اور اصحاب وغیرہ کا قول بھی پیش کیا جاتا ہے۔ خصوصاً غیر مہدوی علماء سے تو حدیث اور کلام پاک کے حوالے کے بغیر بحث ہوتی ہی نہیں''۔ ص:۵۲ پر لکھا ہے کہ ''مہدویت کی بنیاد کسی کے قول پر نہیں بلکہ صرف اور صرف قرآن پاک اور اتباع محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہے''۔ ص:۵۳ پر اپنے امام کا قول نقل کیا ہے کہ ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم''۔ صفحہ:۱۶/۱۷ پر مہدی کا فرمان نقل کیا ہے کہ ''آپؑ سے مروی روایات کو قرآن پاک سے ملا کر دیکھو اگر اس کے مطابق ہو تو یہ سچ ہے اور اگر قرآن پاک کے خلاف ہے تو یہ اس بندہ کی نہیں راوی کے سننے میں غلطی ہوئی ہوگی''۔

صفحہ:۱۹ پر لکھا ہے کہ مہدیؑ موعودؑ کی تعلیمات کو قرآن اور حدیث کی کسوٹی پر جانچنا چاہیے نہ کہ کسی مسجد کے تنخواہ دار پیش امام کی تحریرات پر''۔

آپ کا یہ موقف نہایت ہی اصولی اور بالکل درست موقف ہے لیکن عملی طور پر آپ مذہب کے سب سے اہم بنیادی مسئلہ میں بھی اس اصول پر قائم نہیں رہ سکے، چنانچہ اسی کتاب کے صفحہ:۴۸ پر آپ نے لکھا ''اب رہا ثبوت مہدی یعنی میراں سید محمد جونپوری مہدیٔ موعود علیہ السلام کا ہی مہدی ہونا تو ہم احادیث سے زیادہ انحصار حضرتؑ کے اخلاقِ حمیدہ پر کرتے ہیں کیوں کہ ہر نبی کے اخلاق اس کے حق ہونے کی دلیل ہیں''۔ صفحہ:۳۴/۳۵ پر لکھا ہے کہ ''مہدی کے تعلق سے جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ نہ صرف آحاد ہیں بلکہ ان میں اختلاف بھی بہت ہے، علامات میں اتنا اختلاف ہے کہ کسی ایک شخص نے (میں از احقر) ان ساری علامات کا ظاہر ہونا ناممکن ہے''......اس کی دو مثالیں دینے کے بعد آپ نے لکھا ہے ''اس طرح مہدیؑ کے تعلق سے کوئی قطعی فیصلہ احادیث کی علامات پر نہیں کیا جاسکتا''۔ پھر یہ صراحت کی ہے کہ علماء نے اس سلسلہ میں صرف چار باتوں کو متواتر مانا ہے جن کا انکار کفر ہے۔ یعنی (۱) مہدی کا اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا میں ہونا۔ (۲) ان کے نام کا محمد ہونا۔ (۳) ان کے والد کے نام کا عبداللہ ہونا۔ (۴) اور جب اللہ چاہے تب ان کا ظہور ہونا۔ آگے آپ نے لکھا ''اس کے علاوہ جتنی علامات ہیں وہ آحاد اور ظنی ہیں جو عقیدہ کی تشکیل کیلئے کام کی نہیں ہیں''۔

یہ دونوں پیراگراف پھر ایک مرتبہ پڑھ لیجئے! اس کے بعد ہم جنابِ عالی سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ تضاد بیانی کے جوہر ہم نے دکھلائے ہیں یا آنجناب نے؟ آپ ایک طرف یہ کہتے ہیں کہ ہم قرآن وحدیث وہ بھی حدیث صحیح سے ہٹ کر بات ہی نہیں کرتے نہ ہمارے امام نے اس کی اجازت دی ہے، دوسری جانب یہ بھی مان لیتے ہیں کہ مہدی سے متعلق نسب نام، اور ظہور کے عقیدہ کے علاوہ کوئی اور عقیدہ قرآن تو کیا حدیثِ صحیح سے بھی ثابت نہیں ہوسکتا، اگر ہوتا بھی ہے تو ایسی حدیثوں سے ہوتا ہے جو عقیدہ کی تشکیل کی بنیاد نہیں بن سکتیں، اور احادیث میں وارد دیگر علاماتِ مہدی کسی ایک شخص میں جمع بھی نہیں ہو سکتے،

اس لئے لازماً ہم کو قرآن وحدیث سے ہٹ کر عقلی دلائل کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ مطالعہ مہدویت میں نقل کردہ ''شواہد الولایت کے تمام اقتباسات'' قرآن وحدیث سے ہٹ کر صرف اخلاقِ مہدی اور اقوال اصحاب وخلفا کی روشنی میں ثابت ہوئے ہیں۔ پھر اتنی سی بات کو نہ معلوم کیوں آپ نے خوامخواہ پیچیدگیوں کے جال میں الجھا کر ناقابلِ فہم بنا دیا ہے۔

اس لئے ایک دفعہ پھر آپ سے گذارش ہے کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو غیر ضروری مباحث سے بچتے ہوئے صرف اتنی بات کی وضاحت فرمائیں کہ

① ان اخلاق کا معیار اور تفصیل کیا ہے جن پر نبی اور مہدی کو پرکھا جاتا ہے۔

② نویں صدی میں ان اخلاق کا حامل — جو معیار مہدیت ہیں — میراں صاحب کے علاوہ امت میں کوئی اور نہیں تھا؟ اگر تھا تو ان سب کو چھوڑ کر میراں صاحب ہی مہدئ آخرالزماں ہوں کیا ضروری ہے؟ اگر آپ کہتے ہیں کہ نہیں تھا تو یہ تاریخ کا انکار ہے اسلئے کہ تاریخ میں کچھ اور لوگوں نے بھی مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے ان کے متبعین بھی ان کے اخلاقِ حمیدہ کو معیار بناتے ہیں اور آپ کی مقرر کردہ چار حتمی علامات بھی ان میں پائی جاتی ہیں۔

③ بالفرض میراں صاحب ہی علاماتِ مہدی کے برمحل مصداق ہیں تو بھی مہدی کے معصوم عن الخطاء ہونے، بیانِ قرآن پر مامور ہونے، مستقل فرائض کے جاری کرنے کا اہل ہونے اور ولایتِ محمدیہ یا خاتم ولایت محمدیہ کا مظہر واحد ہونے کی دلیل کیا ہے؟ واضح رہے کہ ان سوالات کا جواب قرآن وسنت اور اجماعِ امت کے حوالوں سے یا پھر میراں صاحبؒ کی ہدایت کے مطابق صرف قرآن وحدیث کی روشنی میں ہونا چاہیے۔ صوفیاء ومشائخ کے مکاشفات وتوجیہات کو عقائد کی بنیاد نہ بنایا جائے کیونکہ آپ نے خود تسلیم فرمایا ہے کہ عقائد میں احادیثِ آحاد بھی نہیں چل سکتی ہیں تو پھر توجیہات وتاویلات کیسے حجت ہوسکتی ہیں؟ ہاں! ان سے کسی ثابت شدہ عقیدے کی تائید وتقویت ضرور ہوسکتی ہے۔

خیر! یہ تو آپ کی مرضی کی بات ہے البتہ آپ نے اس عاجز پر اپنی کتاب میں خُرد برد اور کذب وخیانت کا جو الزام لگایا ہے میں نے متعدد علماء وعوام کے مطالبے پر اگلے صفحات میں اسی کا جواب دینے کی کوشش کی ہے، جس کا مقصد محض رفع الزام ہے اور کچھ نہیں۔

ترتیب اس طرح ہے کہ میں نے پہلے **قولہٗ** لکھ کر آپ کی عبارت باریک قلم سے نقل کی ہے اور **اقول** لکھ کر اپنا جواب جلی قلم میں تحریر کیا ہے۔ جب سلسلہ وار طور پر تمام الزامات اور اشکالات کو رفع کر دیا گیا تو اس کے بعد آپ کے ضمیمہ (۱) کی تحقیق کی ہے، جس میں آں جناب نے غیر مہدوی علماء کے میراں صاحب کے بارے میں تاثرات کو میری معلومات کیلئے شامل کیا ہے، میں نے ان اقتباسات کو ان کے مصادر سے رجوع کر کے اپنے جہل کو دور کرنے کی کوشش کی تو کچھ اطمینان حاصل ہونے کے بجائے حیرانی ہونے لگی کہ آں جناب نے مؤرخین اور علماء دین کی تحریرات پوری کیوں نہیں پڑھیں؟، اور اگر پڑھیں تو پھر نقل تاثرات میں دیانت سے کام کیوں نہیں لیا گیا؟ خیر! میں نے اپنی کتاب میں انہی بزرگوں کی ان ہی کتابوں سے صرف وہ عبارتیں جمع کر دی ہیں جو آپ نے ترک کر دی تھیں۔ میری نقل کی ہوئی عبارات آپ کی معلومات میں اضافہ کریں گی، ان شاء اللہ۔ اس کے بعد آپ کے ضمیمہ (۲) کے جواب میں اہل اسلام کے متواتر و متوارث عقائد بدلائل نقل کر دیئے ہیں۔

آخر میں عرض ہے کہ اس تمام کاوش کے پیچھے میری نیت وہی ہے جو "مطالعہ مہدویت" کے مقدمے میں ظاہر کیا تھا ـــــ اگرچہ آنجناب نے اسے بھی مکر وفریب ہی کی سند دی ہے ـــــ مگر میری نیت اس کے علاوہ کوئی دوسری ہے ہی نہیں اس لئے میں اسی کو دُہراتا ہوں اور اللہ علیم وخبیر کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا مقصد طرفین کی خیر خواہی اور حق وصداقت تک پہنچنے کی تمنا کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

واللہ علی ما نقول وکیل وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین الی یوم الدین والحمد للہ رب العالمین

مطالعۂ مہدویت

کے جواب

ردقوی

میں اٹھائے گئے

اعتراضات کے جوابات

باسمہٖ تعالیٰ

وضاحت

کتاب کا یہ حصہ چونکہ جوابِ تنقید ہے وہ بھی ایسی تنقید کا جواب جس میں مصنف پر الزامات اور تنقیصات کی بوچھاڑ ہے اس لئے تحمل کے باوجود قلم کا کہیں کہیں سخت ہوجانا غیر اختیاری امر ہے، اس لئے قارئین سے پیشگی معذرت خواہ ہوں۔

''عرض حال'' کے رد سے متعلق

قولہٗ: یہ بات خاص طور پر محسوس کی گئی کہ سب اعتراضات صحیح حوالوں سے نہیں دیئے گئے ہیں بلکہ کئی حوالہ جات میں اُلٹ پھیر بھی کی گئی ہے۔ جس سے ان کا مفہوم کسی طرف سے ہٹ کر مہدویہ کی طرف ہوگیا۔ حوالوں میں لفظی تحریف کے علاوہ معنوی تحریف بھی جگہ جگہ محسوس ہوئی۔ (ص:۵)

اقول: (ا) اس کی وضاحت نہ ہوسکی کہ آپ حوالے صحیح نہیں ہیں کہنا چاہتے ہیں یا اقتباسات صحیح نہیں کہنا چاہتے ہیں، یا اعتراضات صحیح نہیں ہیں کہنا چاہتے ہیں؟ خاص طور پر آخر کیا محسوس کیا گیا؟

آیا میں نے حوالہ جات (یعنی کتابوں کے نام یا صفحات نمبر) میں اُلٹ پھیر کی ہے یا کتاب کی عبارات نقل کرنے میں؟ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

''حوالوں میں لفظی تحریف کے علاوہ معنوی تحریف بھی جگہ جگہ محسوس ہوئی'' کے جملہ سے یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ لفظ ''حوالہ'' سے آپ کی مراد ''اقتباسات'' ہی ہوگی، تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ جہاں اس لفظی ومعنوی تحریف کا ثبوت آپ پیش کریں گے وہیں میں اس کا جواب دوں گا۔

قولہٗ: چونکہ یہ (کتاب) صرف بیس بائیس مرشدین کرام کو بھیجی گئی تھی، اسلئے اس پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی کہ یہ کسی مجذوب یا مخبوط الحواس کی بڑ ہے اور کسی نے اس کے جواب کی طرف توجہ نہیں دی، اس کا غالباً قوی صاحب کو اُلٹا اثر ہوا اور انہوں نے سمجھ لیا کہ مہدویوں کے پاس ان کے (بچکانی) اعتراضات کا کوئی جواب نہیں ہے۔ (ص:۵)

اقول: کسی کے مذہب کی تحقیق کیلئے اس مذہب کے دو چار علماء سے رجوع کرنا بھی کافی ہوتا ہے، بیس بائیس مُرشدین کی خدمت میں تحقیق وتلاشِ حق کی غرض سے رجسٹرڈ پوسٹ کے ذریعہ ''مسودہ'' بھیجا گیا تھا اور اد باً خواہش کی گئی تھی کہ اگر میں نے غلط سمجھا ہے تو صحیح بات سے مطلع فرمائیں، اگر میرا مقصد تحریف وتبدیل ہی ہوتا تو طباعت سے قبل بیس بائیس مرشدین سے تحقیق کیوں چاہتا؟ یہ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ عاجز مجذوب یا مخبوط الحواس نہیں تھا، اسی لئے الحمدللہ عقل وخرد اور احتیاط ودیانت سے کام لیا ہے۔

(۲) اگر مجھے آپ لوگوں کا یہ دستور معلوم ہوتا کہ بیس بائیس مرشدین کے پاس بھیجنا کافی نہیں تمام مرشدین یا تمام قوم کو بھیجنا ضروری ہے اسکے بغیر یہ بڑھانی اعتراض نہیں بن سکتا بچکانی ہی رہتا ہے اور اسی لئے اس کا کوئی جواب بھی نہیں دیا جاتا ہے، تو شاید طباعت سے قبل اس کی بھی کوشش کرلیتا کہ کم ازکم سو مرشدین کو بھیجتا۔ مگر اب اس الزام کا کیا فائدہ؟

(۳) آپ ہی کے ہم مذہب جناب سید علی اکبر صاحب نے اپنے ماہنامہ" تلاشِ حق" میں مہدوی برادری کے سامنے میری ایک تقریر —— جس میں، میں نے" علماءِ مہدویہ'' کو آگے آنے اور علماء اہل اسلام کے ساتھ عقیدہ کے ان بنیادی مسائل پر تبادلۂ خیال کرنے کی دعوت دی تھی —— کو خوب اچھالا اور مرشدین قوم کو جھنجھوڑا، پھر" مطالعہ مہدویت" کے مسوّدے کے حوالہ سے غیرت دلائی کہ مرشدینِ قوم کیوں خاموش تماشائی ہیں تب بھی کیا یہ بات صرف بیس بائیس مرشدین تک ہی محدود تھی؟

(۴) بیس بائیس مُرشدین کو میں نے از راہِ دیانت وانصاف اپنا حاصل مطالعہ مسوّدے کی شکل میں رجسٹرڈ پوسٹ سے روانہ کیا تھا، بعض نے رکھ لیا، بعض نے واپس کردیا، ایک صاحب نے جواب دیا تو اس میں" اظہار غضب" کے علاوہ کچھ نہ تھا، اس سے اگر میں نے یہ سمجھ لیا کہ آپ لوگوں کے عقائد وہی ہیں جو میں نے آپ کی کتب سے سمجھے ہیں، اور یہ کہ کم ازکم بیس بائیس مرشدین میں سے ایک بھی اس لائق نہیں کہ کتاب وسنت کے واضح دلائل سے ان کا اثبات کرسکے، یا میرے نقل کرنے کی تردید کرسکے تو یہ میں نے" اُلٹا" سمجھا

یا "سیدھا"؟ کم از کم آپ جیسے معمر و تجربہ کار بزرگ سے ایسے فضول تبصرہ کی توقع نہ تھی۔ فیاغربۃ العلم، ! کاش !ایک مخلص سائل کے سوالات کا جواب آپ اسی وقت دیدیتے تو یہ کتاب منظرِ عام ہی پر نہ آتی۔

قولہٗ: ان حالات میں ضروری ہوگیا کہ اس بے جا جرأت اور غلط بیانی کا جواب دیا جائے گروہ کے دوسرے علماء بھی اس کام میں لگ گئے ہوں گے۔ (ص:۶)

اقول: (۱) ان حالات میں یعنی بیس بائیس مرشدین میں سے کسی کی طرف سے جواب نہ ملنے کے بعد اگر میں نے "مہدوی برادری" سے ہمدردی کرتے ہوئے اپنی کتاب چھاپ دی تو یہ جرأت "بے جا" کیسے ہوئی؟ آپ لوگوں کی جانب سے جواب دینے کی اہمیت کو محسوس نہ کرنے اور بچکانی اعتراض سمجھ کر نظر انداز کر دینے کی غفلت البتہ ضرور "بے جا" کہی جاسکتی ہے۔

(۲) اب آپ کو "غلط بیانی" بھی نہیں کہنا چاہئے، اس لئے کہ میرے ششماہی انتظار کے دوران کوئی ایک مُرشدِ قوم بھی وضاحت کر دیتا کہ "یہ عقائد ہمارے نہیں ہیں آپ نے ہماری طرف غلط منسوب کر دیئے ہیں تو شاید میں طباعت کے اقدام سے باز بھی آجاتا، مگر اب پچھتاوے کیا ہووت؟

قولہٗ: تاکہ قوی صاحب نے "مطالعہ مہدویت" کے ذریعہ جو گندگی پھیلانے کی کوشش ہے اس کا سد باب ہو سکے۔ (ص:۶)

اقول: میں نے گندگی پھیلانے کی کیا کوشش کی؟ کیا "شواہد الولایت" میں مذکور باتیں "گندگی" ہیں؟

خیر! خواجہ بیدار شود بعد از خرابیٔ بسیار کے مصداق دیر ہی سے سہی، آپ حضرات جاگے! اور مجھے خوشی ہوئی کہ میرے اس اقدام نے "قرطاس و قلم" سے روٹھے ہوئے بزرگوں کو قلم اٹھانے اور آمادۂ رقم ہونے کا حوصلہ دیا۔ علم کی دنیا میں یہ لکھنا پڑھنا اور تبادلۂ خیال کرتے رہنا ہی "حقائق" کے اظہار کا سبب ہوتا ہے۔

قولہٗ: اس جواب کے لکھنے میں ان باتوں کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ: ۱) احادیث کی روشنی

میں مہدیؑ کے منصب اور مقام کا اظہار کیا جائے۔ ۲) قوی صاحب نے ہماری کتابوں کے حوالوں میں جو الٹ پھیر کی ہے اس کو واضح کیا جائے، اور حوالوں کو درست کیا جائے۔ احادیثِ شریفہ اور متقدمین نے مہدیؑ کے تعلق سے کیا کہا ہے اس کی اجمالی تفصیل۔ مہدیؑ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمسری کے تعلق سے مصنف کی غلط بیانی اور اس کا ازالہ، احادیثِ شریفہ اور متقدمین کی تحریرات سے۔ حضرت میراں سید محمد مہدیؑ کے تعلق سے مصنف کا غلط نظریہ اور اس کا ازالہ۔

کتاب میں ضمیمہ کے طور پر احادیثِ شریفہ بھی دی گئی ہیں جن کی بنا پر مہدی موعودؑ کو معصوم عن الخطاء، مامور من اللہ، خلیفۃ اللہ، دافع ہلاکتِ امت، ہمسر رسول اللہ، مہدی کی اطاعت ضروری، مہدی کا انکار کفر وغیرہ کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔ ساتھ ہی ان احادیثِ شریفہ کو بھی شریک کیا گیا ہے جن کی بنا پر مہدیؑ کی پیدائش مشرق، ہندوستان اور پھر مشرقی ہند میں ہونے کے اشارے ملتے ہیں۔ جگہ جگہ احادیث سے بحث بھی کی گئی ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ احادیث حضرت امام میراں سید محمد جونپوریؑ پر صد فیصد منطبق ہوتی ہیں اس کے علاوہ یہ بحث بھی جگہ جگہ آئی ہے کہ احادیث میں چونکہ اختلاف ہے اس لئے مہدیؑ کی تصدیق کیلئے احادیث سے زیادہ آپؑ کے اخلاق کو اہمیت دی جاتی ہے اور اغیار کے مطابق مہدیؑ کے اخلاق پیغمبرانہ تھے۔ (ص:٦)

اقول: ان امور کا جائزہ ان شاء اللہ اسی جگہ لیا جائے گا جہاں یہ ذکر ہوں گے، فی الحال ہم آپ کی تمہید ہی میں چل رہے ہیں۔

سر دست یہاں بھی اتنا ذہن میں رکھ لیں کہ مہدی کے متعلق ہمارا نظریہ غلط نہیں ہے، آپ ہی کا غلط ہے، ہم تو دیڑھ ہزار برس سے امتِ مسلمہ کے سوادِ اعظم فقہاء و محدثین اور علماء و مشائخ کا جو متفق علیہ اور بے غبار نظریہ ہے اسی پر قائم ہیں اور اسی کی وکالت کر رہے ہیں؛ البتہ آپ لوگوں نے اس سے ہٹ کر دوسرا نظریہ بنایا ہوا ہے۔ گفتگو اسی کی چل رہی ہے، مسئلہ مہدی کے وجود اور ان کے اسم و نسب کا نہیں، بلکہ ان کی تعیین، معصومیت، ماموریت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی ہمسریت جیسے بنیادی اعتقادی امور کا ہے، جو آپ نے پیش کیا ہے جس کے لئے اب بھی آپ نے کوئی مفید ثبوت معتبر دلیل پیش نہیں کی ہے، جو

کچھ آپ نے پیش کیا ہے وہ یا تو ضعیف وموضوع روایات ہیں اور متنازع فیہ صوفیاء کے خیالات ہیں یا پھر آیات واحادیث ہیں تو تشریح غیر اجماعی ونا معقول ہے۔

جہاں تک ''اغیار'' کے اعتراف کا دعویٰ ہے تو معلوم ہونا چاہیے کہ انہوں نے بھی نفسِ مسئلہ میں آپ سے اتفاق نہیں کیا ہے، ضمیمہ میں آپ ان عبارات کو پڑھیں گے جو آپ نے اپنے رسالہ میں ترک کردی تھیں۔

> **قولهٗ:** اس کے علاوہ کتاب کے آخر میں ضمیمہ (ا) میں غیر مہدوی حضرات علماء ومؤرخین نے حضرت میراں سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ کے تعلق سے جو کہا ہے اس کی تلخیص لگائی گئی ہے، اس سے ان علماء کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیاں دور ہوں گی۔ (ص:۶،۷)

اقول: (ا) جب ضمیمہ اسی غرض سے لگایا گیا تھا اور وہ خود تلخیص تھا تو پھر یہاں تمہیدی بیان میں تلخیص کی تلخیص کر کے وقت کیوں ضائع کیا گیا؟ کیا محض رسالہ کی ضخامت بڑھانا مقصود تھا؟

(۲) کس قدر امانت داری سے آپ نے انہیں نقل کیا ہے اس کا جائزہ مطالعہ ضمیمہ کے دوران ہی لیا گیا ہے، آپ بھی میرا ضمیمہ ملاحظہ فرمائیں۔

> **قولهٗ:** اور بتلایا گیا ہے کہ یہ اپنے گھروں میں بزرگوں کی مزارات کے نام سے سونے چاندی کی اینٹیں دفن کر کے رکھتے تھے۔ وغیرہ۔ (ص:۸)

اقول: اولاً تو وہ دعویٰ بلا دلیل ہے، ثانیاً ایک واقعہ کے حوالہ سے ایک پوری جماعت علماء وصلحاء پر الزام لگانا تاریخ کو جھٹلانا اور پوری امت کو نکمّی ونا کارہ ثابت کرنا ہے۔

> **قولهٗ:** ان حوالوں اور اقتباسات کا ایک بار ضرور مطالعہ کریں تو ان کو خود معلوم ہوگا کہ مہدوی فقراء کے کردار میں اور ان علماءِ سو کے کردار میں کیا فرق ہے۔ (ص:۸)

اقول: جی ہاں! ہم نے ایک بار نہیں متعدد بار اور بہ غور مطالعہ کرلیا ہے اس مطالعہ سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ اس دور کے علماء سو ''خوش عقیدہ مگر بدعمل'' تھے اور فقراء مہدویہ ''صالح الاعمال والاخلاق مگر بدعقیدہ'' تھے۔ ان دونوں کے برخلاف جو علماء تھے عقیدہ وعمل میں سلف کے پیرو اور متبع شریعت تھے۔

”ایک گذارش“ سے متعلق

اس عنوان کے تحت صاحبِ رد نے امت کی موجودہ زبوں حالی کا دُکھڑا سنا کر علماء اہل اسلام کا اسطرح مواخذہ کیا ہے۔

قولہٗ: کیا ان علماء نے کبھی مسلمانوں کی اس حالت پر غور کرنے کی زحمت گوارہ کی؟ کیا کبھی انہوں نے اُمت کی زبوں حالی پر قلم اُٹھانے کی جرأت کی یا کبھی انہوں نے کوئی ایسی تحریک چلانے کی کوشش کی جس کے ذریعہ مسلمانوں کو ان کا کھویا ہوا مقام مل سکے؟ یا پھر کبھی انہوں نے مسلمانوں کی تعلیم اور ان کے روزگار کی طرف توجہ دی؟ یا کم از کم انہوں نے کبھی اصلاحِ معاشرہ کی تحریک چلانے کی کوشش کی؟ ملت کی دوشیزائیں بغیر شادی کے بیٹھی ہوئی ہیں اور نوجوان جہیز کے فراغ میں اپنی ذمہ داری سے فرار اختیار کئے ہوئے ہیں مجبوراً بعض دوشیزائیں غیر مسلم لڑکوں سے شادی کر رہی ہیں قوم کی جوان بیوہ عورتیں بغیر عقد کے ویران زندگی گزارنے پر مجبور ہیں، کیا ان علماء نے کبھی اس طرف توجہ دی ہے؟ (ص:۹)

اقول: (۱) علماء اہل اسلام قوم وملت کے لئے مذکورہ بالا کاموں کی طرف بساط بھر توجہ دے رہے ہیں یا نہیں دے رہے ہیں، دائروں میں محدود ومحبوس رہ کر زندگی گذارنے والے فقراء اس کا اندازہ نہیں کر سکتے، دنیا جانتی ہے کہ قوم کے دینی، ملی، فلاحی اور سیاسی ہر میدان میں علماء اہل اسلام اپنا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ بہتر تھا کہ ان غیر متعلقہ اور بر خود غلط اعتراضات کے ذریعہ دل کی بھڑاس نکالنے سے قبل اپنے گریبان میں منھ ڈال کر بھی دیکھ لیا جاتا کہ وہ خود قوم وملت کیلئے کیا رفاہی وسماجی خدمات انجام دے رہے ہیں؟ ہم اگر یتیموں اور طالبعلموں کے نام پر چندہ وصول کر کے خود پروری ہی کرتے رہتے تو لاکھوں حفاظ اور ہزاروں علماء ملک کو نصیب نہ ہوتے، لاکھوں مساجد کے ائمہ وخطباء، مفتیان کرام، معلّمین ومدرسین، مبلغین ودعاۃ اسی چندہ سے وجود میں آرہے ہیں۔ دینے والے مطمئن اور خوش ہیں کیوں کہ اس کو ثمرہ نظر آرہا ہے تو پھر دیکھنے والوں کے پیٹ میں درد کیوں؟

قولہٗ: ان ساری باتوں کا جواب نفی میں ہے۔ (ص:۹)

اقول: آپ لوگوں کے طبقہ میں نفی میں ہو تو ہو، ہمارے ہاں اس کا جواب نفی

میں نہیں ہے، یہ عاجز آپ کی مطعون جماعت کا ایک ادنیٰ فرد ہے، کبھی وقت نکال کر تشریف لائیں تو میں صرف اپنی خدمات دکھاؤں گا کہ چندہ لے کر اپنی پرورش کتنی کر رہا ہوں اور قوم کی خدمت کتنی؟ اس لئے کہ لیس الخبر کالمعاینۃ یعنی دیکھے ہوئے اور سنے ہوئے میں بہت فرق ہوتا ہے۔ ہمارے علماء کے کارنامے تو اتنے ہیں کہ آپ کے پاس ان کے سننے کی فرصت ہے نہ تاب! گھر بیٹھے تہمتیں دھرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

قولہٗ: ہم قوی صاحب اور ان کے ہم نوا علماء سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ اختلافات کو ہوا دیکر اُمت کی بدخدمتی کرنے کے بجائے مشترکہ عقائد اور کلمہ توحید کی بنا پر پورے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کی کوشش کریں، اختلافات جو فقہی اور دوسرے عقائد پر ہیں ان کو نظر انداز کر کے ہر گروہ کو اپنے عقائد پر عمل کی آزادی دے کر صرف کلمہ توحید، رسالت، کلام پاک اور کعبۃ اللہ کی بنیاد پر قومی مسائل میں مسلمان ایک ہوں اپنی توانائیوں کو تعمیری سمت لگانا بہتر ہے نہ کہ تخریبی۔ (ص:۱۰)

اقول: (۱) ''اختلافات جو فقہی اور دوسرے عقائد پر ہیں'' یہ اردو میری سمجھ سے باہر ہے، پھر بھی مفہوم نکال کر عرض کرتا ہوں کہ بنیادی عقائد کی حفاظت اور اس کے سلسلہ میں علمی بنیادوں پر اظہارِ خیال، اور تبادلۂ دلائل امت اسلامیہ کی خصوصیت ہے اور اسی امتیاز نے حق کو ہر زمانہ میں قائم رکھا ہوا ہے، آپ بھی اپنے خیالات کے وجود سے لیکر آج تک یہ کام کرتے ہوئے آئے ہیں، اسکو بدخدمتی کا نام دینا اور اس سے گھبرانا بدذوقی و بیزارگی کی علامت ہے۔

(۲) آپ کے بقول کلمہ توحید، رسالت، کلام پاک، اور کعبۃ اللہ کی بنیاد پر متحد رہنا چاہئے، لیکن اگر کسی کی کتابوں اور تحریرات سے انہی بنیادی مسائل کی اجماعی و اعتقادی شکل بگڑ رہی ہو، اور کوئی اللہ کا بندہ اس کی طرف توجہ دلائے تو اتحاد قائم رکھنے کا طریقہ یہی ہے کہ اس کو ثابت کیا جائے یا اپنی غلطی سے رجوع کر لیا جائے۔ نہ یہ کہ نالاں ہوا جائے۔

(۳) پھر یہ کوشش بھی اسی وقت تک کی جاتی ہے جب تک کہ سواد اعظم سے علاحدہ ہو کر اور اجماعی احکام سے ہٹ کر کوئی شخص بلا دلیل یا غیر معتبر دلائل سے کچھ نظریات قائم

کرلے اور اسی کو حقیقی اسلام سمجھ بیٹھے، ہاں! اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا نام استعمال کرے تو ایسے شخص سے کسی کو کیا اختلاف ہوسکتا ہے اور کیا ضرورت بحث ومباحثہ کی؟

قولۂ: اللہ سبحانہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو اس سمت کام کرنے کی توفیق عطا کرے اور صحیح سمت کی جانب رہنمائی بھی کرے۔ آمین (ص:۱۰)

اقول: آمین ثم آمین

قولۂ: ''مولانا'' نے اپنی دانست میں مہدویہ کی کتابوں کا مطالعہ کرکے ان کتابوں سے حوالے نقل کرکے ان کی تشریح مہدویوں سے مانگی ہے کیوں کہ موصوف کی نظر میں یہ حوالے غیر اسلامی ہیں، لیکن موصوف نے ان کے غیر اسلامی ہونے کی وجہ نہیں بتلائی اسلئے یہ ان کی خودساختہ رائے ہے۔ (ص:۱۱)

اقول: (۱) اپنی دانست میں مطالعہ کیسے کیا جاتا ہے یہ بھی کوئی بات ہوئی؟

(۲) حوالے نقل کرکے نہیں کہا جاتا، عبارات نقل کرکے کہئے

(۳) میں نے مہدوی علماء سے ان کی تشریح نہیں مانگی، کیونکہ عیاں راچہ بیاں۔ کتاب وسنت اور اجماع امت سے ان کا اثبات چاہا ہے۔

(۴) میرے نزدیک یہ حوالے غیر اسلامی نہیں ہیں، وہ عبارتیں جو میں نے ان حوالوں سے نقل کیں وہ اہل اسلام کے اجماعی عقائد سے متصادم ہیں۔

(۵) چونکہ یہ باتیں بدیہی البطلان تھیں، مجھے نہیں معلوم تھا کہ بات ''بولتا قاعدہ'' سے شروع کرنی پڑے گی، اسلئے ان معروف عقائد اسلام کے ساتھ دلائل نہیں لکھے گئے، اب جبکہ فریق ثانی کی سطح معلومات متعین ہوگئی تو اس کا لحاظ رکھا جائے گا ان شاء اللہ۔

(۶) مخفی مباد کہ آں بزرگوار نے بھی زیر نظر ''رد'' میں نصوص قطعیہ سے استدلال کا کوئی اہتمام نہیں فرمایا ہے۔

قولۂ: ان حضرات نے کتاب ''مطالعہ مہدویت'' کی فراہم کردہ حوالوں پر بھروسہ کیا اور مہدویت کے معترضین کے حوالوں کی روشنی میں اپنی رائے دی۔ ان میں سے کسی نے بھی کسی بات کی تحقیق خود سے نہیں کی، اسلئے ان کی رائے بھی معاند کی رائے ہی ہوگی، کوئی غیر جانبدار رائے نہیں۔ اس لئے اراء میں وہی نقص ہے جو ایک معاند کی تحریرات میں ہوسکتا ہے۔ (ص:۱۱)

اقول: اس کی کیا دلیل ہے کہ انہوں نے تحقیق نہیں کی، اگر تخمین وقیاس ہی کافی ہے تو میں بھی یہ کہہ سکتا ہوں کہ آنجناب نے بھی جناب عابد خوندمیری صاحب کی قریب الطبع کتاب ''نور الہدیٰ'' سامنے رکھ کر اسی کے اقتباسات آگے پیچھے کر کے اپنی قوم کو مطمئن کرنے کے لئے ایک ''رد'' لکھ مارا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ انہوں نے تو کچھ محنت اور مطالعہ کے بعد یہ مضمون جمع کیا تھا اور آنجناب نے یہ زحمت بھی گوارا نہ فرمائی۔

قولہٗ: ہم امید رکھتے تھے کہ یہ کتاب علمی، تحقیقی اور دینی علوم کا مرقع ہونے کے علاوہ مہدویت کا ایک غیر جانبدارانہ مطالعہ ہوگی، اس میں حسب ذیل باتوں کا خاص خیال رکھا گیا ہوگا۔

۱) مہدیؑ کے تعلق سے عالمِ اسلام میں جو عام تصور پھیلا ہوا ہے اس کا مطالعہ اور احادیث کی روشنی میں مہدی موعود علیہ السلام کی شخصیت، مقام اور بعثت کی اہمیت کا ذکر۔

منکرِ مہدیؑ کا مقام احادیث کی روشنی میں مہدیؑ سے متعلق احادیث پر بحث اس کے بعد حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ کے تعلق سے ان باتوں کا مطالعہ۔

۲) آپؑ کے نسب ''اسم'' وغیرہ کی تحقیق اور اگر کہیں پر مہدویہ کے مسلمات سے انکار ہو تو اس کا علمی اور تحقیقی ثبوت۔

۳) حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ کے کردار، دینداری، اتباع رسول وقرآن پاک کا غیر مہدوی ذرائع اور مہدوی ذرائع سے مطالعہ اور اگر کہیں سقم معلوم ہو تو اس کی نشاندہی وغیرہ

۴) پھر حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ کی تعلیمات ان کی تفصیل ان تعلیمات کا قرآن اور حدیث رسول مقبول ﷺ کی روشنی میں مطالعہ اور ان کی صداقت پر بحث قرآن وحدیث کی روشنی میں۔

۵) مہدوی دائروں کی زندگی کا مطالعہ۔ (ص:۱۱، ۱۲)

اقول: (۱) محترم! میں نے مہدوی مذہب کی بنیادی کتابوں کا مطالعہ کر کے ان میں جو باتیں اہل اسلام کے عقائد سے متصادم محسوس ہوئیں صرف ان کو جمع کیا، اور مرشدین قوم سے التجا کی کہ یہ وضاحت فرمائیں کہ یہ باتیں کیا کتاب وسنت کے مطابق ہیں؟ اگر ہیں تو ثبوت کیا ہے اور اگر نہیں ہیں تو ان کتابوں میں کیسے آ گئیں؟ یا بعد والوں کا ادراج واضافہ ہے؟ اس سیدھے سے سوال کو آپ خواہ مخواہ معمہ بنا رہے ہیں اور غیر ضروری عبارت آرائی کے ذریعہ اصل مسئلہ سے پہلوتہی فرما رہے ہیں۔

(۲) آپ نے جو توقعات فرمائی ہیں وہ تو مہدویت پر کسی پی ایچ ڈی کرنیوالے سے ہونی چاہئے تھیں جس کا کام مذکورہ بالا عنوانات قائم کر کے یا ان سے بھی زیادہ پہلو نکال کر کئی جلدوں میں ایک بڑا ذخیرہ تیار کرنا ہوتا ہے۔ میں آپ کے مذہب پر PHD نہیں کر رہا ہوں صرف آپ حضرات سے جاننا چاہتا ہوں کہ آیا ان عقائد کا کتاب وسنت اور اجماعِ امت سے اثبات ہوتا ہے یا نہیں؟ اس لئے اگر میری کتاب سے آپ کی مذکورہ بالا توقعات پوری نہ ہوئیں تو مجھ سے شکایت بے محل ہے، یہ میری کتاب کے ناقص ہونے کی دلیل نہیں۔

(۳) موضوع کے مطابق گفتگو ہونی چاہئے یہ آپ حضرات کا عجیب طریقہ ہے کہ موضوع کچھ بھی ہو اس میں غیر متعلقہ بحثیں شامل کر کے اصل مسئلہ کو منظر سے ہٹا دیتے ہیں، کسی کی کتاب پڑھو حشو وزوائد ہی میں وقت خراب اور ذہن منتشر ہوتا ہے، اصل مسئلہ کو ڈھونڈ کر نکالنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔

قولہٗ: جو حوالے مہدویہ کتب سے دئے گئے ہیں وہ زیادہ تر چھٹی یا ساتویں پشت یا حال کی کتب سے لئے گئے ہیں جبکہ موصوف کے پاس ہماری قدیم کتب بھی موجود تھیں، ان حوالوں میں بھی کہیں سرکاٹ دیا گیا ہے تو کہیں پیر۔ اس سے ان حوالوں کا اصل مفہوم اور مقام بدل گیا۔ (ص:۱۲)

اقول: (۱) کیا کتابوں کی بھی نسل ہوتی ہے؟ چھٹی یا ساتویں پشت یا حال کی کتب کا کیا مطلب؟ آپ صرف اتنا بتلائیں کہ میں نے اقتباسات نقل کرنے کے لئے جن کتب کا انتخاب کیا ہے وہ مذہب کی معتبر کتب ہیں یا نہیں؟ نہیں ہیں تو میں علی الاعلان دستبردار ہو جاؤں گا، ساتھ ہی آپ دائرہ زمستان پور والوں سے مواخذہ کریں کہ انہوں نے اس کتاب کو مذہب کے معتبر ماخذ کا درجہ کیوں دیا ہے؟

(۲) پھر یہی بات آپ نے چند سطریں لکھ کر اسی وقت کیوں نہ بتلا دی جب میں نے جاننے کے لئے خط بھیجا تھا، اور طویل انتظار کیا تھا۔ کیا اس وقت یہ کتابیں معتبر تھیں اب غیر معتبر ہو گئیں؟

(۳) حوالوں (یعنی اقتباسات) کا سر اور پیر (بشرطیکہ ہوں) کاٹ دینے کی بحث آپ جہاں اٹھائیں گے انشاءاللہ وہیں میں بھی عرض کروں گا۔

> **قولہٗ:** حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے والد کا نام سید یوسف لکھا جو سراسر غلط ہے اور یہ شوشہ نہ معلوم کس نے چھوڑا ہے اس کے لئے ان کے پاس یا موجودہ مصنف کے پاس کوئی دلیل ہے نہ ثبوت۔ (ص: ۱۳)

اقول: (۱) انہوں نے تاریخ ہی کی ایک کتاب (نزہتہ الخواطر) سے لکھدیا ہے، یہ آپ کی اور اس مورخ کی لڑائی ہے ویسے میں اس پر اصرار بھی نہیں کرتا، کیونکہ میری کتاب کا موضوع میراں صاحب کے شخصی احوال کی تحقیق نہیں ہے، ان کے متعلق آپ حضرات کے جو عقائد ہیں ان کی تحقیق مقصود ہے۔ اب ان کا نام سید عبداللہ ہو، سید بڈھ ہو، سید یوسف ہو یا سید خان۔ میں اس سلسلہ میں جناب عابد خوندمیری صاحب کے اس فیصلے کو کافی سمجھتا ہوں کہ موصوف نے میراں صاحب کے نام کے بارے میں متعدد اقوال مشہور ہوجانے کا اعتراف اور ان کی وجوہات پر طویل کلام کرنے کے بعد بحث کو اس طرح سمیٹا ہے، ''باپ دادا کے ناموں میں اختلاف کا ہونا اور بعض اوقات لقب کا یا عرف کا مشہور ہوجانا کوئی نئی بات نہیں ہے، تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں''۔ (نور الہدیٰ ص: ۱۴)

> **قولہٗ:** اس میں (بہو کو اٹھ کر سینے سے لگانے میں) ان کو اسلامی اخلاق سے گرے ہوئے کیا اعمال نظر آئے ان کا تو ذکر نہیں۔ (ص: ۱۳)

اقول: آپ بھی اگر مدرس ہوتے اور اس سلسلہ کے نازک مسائل سے واقف ہوتے تو آپ کو بھی یہ عمل اس مرتبے والوں سے اجنبی معلوم ہوتا، آپ کو صرف یہ معلوم ہے کہ بہو محرم ہوتی ہے اس سے بھی قریبی محرم بہن، بیٹی اور ماں ہوتی ہے، کیا ہر ایک کا احترام ایک ہی طریقے سے کیا جاتا ہے؟ مسلم گھرانوں کا رواج جو آپ نے نقل فرمایا ہے، وہ اولاً تو رواج ہے اسلامی تعلیم نہیں، پھر اس رواج کی کیفیت بھی خُسر کے آگے سر جھکا دینا ہے جس سے زیادہ سے زیادہ سر سینے سے کبھی چھو جائیگا، باقاعدہ اپنے سر کو سینے سے یا پیٹ سے لگا کر دعا کی التجا کرنا — جیسا کہ آپ نے لکھا ہے — مہدویہ میں ہو تو ہو عام مسلمانوں کے ہاں

لڑکیاں بھی اس سے حیا کرتی ہیں خود بزرگ مرد بھی شرم کرتے ہیں۔اور اس جگہ بات سرکو جھکا دینے یا آپ کے بقول سینہ یا پیٹ پر رکھ کر دعا چاہنے کی نہیں ہورہی ہے بلکہ اٹھ کر سینے سے لگا لینے کی ہورہی ہے۔اب بتلائیے کہ مدرس صاحب کا یہ سوال ان کے ذہن کی گندگی کو ظاہر کررہا ہے یا پاکبازی کو؟

(۲) رہ گئی اسلامی اخلاق سے گرے ہوئے ایسے اعمال کی مثالیں ہماری کتب میں بے حساب مل جانیکی بات تو کیا اس بنیاد پر یہ مان لیا جانا چاہئے کہ مہدیؑ میں بھی ہونی چاہئے، دراصل یہ آپ کا وہ آخری تیر ہے جو ترکش کے خالی ہوتے وقت یاد آتا ہے، جبکہ دیگر فرقِ ضالّہ بھی جب بات علم وعقل سے بنتی ہوئی نظر نہیں آتی تو اسی کا دھونس دکھاتے ہیں۔

(۳) آپ کے ہاں عالیت پر عمل کا دعویٰ ہے اور میراں صاحب تو بقول آپ کے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تابع تام ہیں، کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عمل ثابت ہے؟

(۴) میرے اوپر بڑی قوت سے الزام لگایا تھا کہ میں نے اپنی تحریر مہدوی کتب کی تحریر میں اس طرح ملادی ہے کہ پوری تحریر مہدوی بزرگ کی تحریر معلوم ہوتی ہے۔(صفحہ:۲) میں نے ایسا کہاں کہاں کیا جب آپ نشاندہی کریں گے تب اس کا جواب دوں گا، البتہ یہاں خود ہی اپنا طرزِ عمل دیکھ لیجئے کہ بزعمِ خویش حوالہ درست کرنے کی کوشش میں ۹ رسطروں پر مشتمل پیراگراف اس طرح پیش کیا ہے کہ عام آدمی کو پتہ بھی نہیں چل سکتا کہ شواہد الولایت کی عبارت کتنی ہے؟ اور یعقوب صاحب کی کتنی؟ الزام ہم کو دیتے تھے قصور آپ ہی کا نکل آیا۔

(۵) البتہ آپ کی اس بات سے مجھے پوری طرح اتفاق ہے کہ ''ہر کوئی اپنی فطرت کے مطابق ہی سوچتا ہے''۔

قولہٗ: یہ قوی صاحب کی کارگذاری ہے کہ لکھدیا کہ ''سورہ احزاب کی آیت ''ان المسلمین والمسلمات،، کے بارے میں میراں صاحب نے خبر دی ہے کہ یہ انھیں میاں بیوی کے حق میں نازل ہوئی ہے'' حالانکہ پورے حوالے میں اس آیت کے نزول کا کوئی ذکر نہیں اور غلط فہمی کے ازالہ کے لئے مصنف نے لکھدیا ہے کہ (یہ دس خصلتیں) اس جوڑے کے حق میں ہیں۔ قوی صاحب کی ایسی کارگذاری پوری کتاب میں کئی مقامات پر ملے گی۔ (ص:۱۵)

اقول: یہ آپ ''حوالہ حوالہ'' کیا لکھ رہے ہیں، ''اقتباس'' یا ''عبارت'' کہئے ''حوالہ'' صرف کتاب کے نام جلد نمبر صفحہ نمبر وغیرہ کو یعنی جہاں سے عبارت لی گئی ہے اس کے اتہ پتہ کو کہتے ہیں، آپ ہر جگہ حوالہ کے نام سے اقتباس پر تبصرہ کر رہے ہیں، اس سے قاری کو ''حوالے'' غلط ہونے کا اشتباہ ہوتا ہے۔

(۲) بے شک ''نازل'' کا لفظ محولہ عبارت میں نہیں ہے، ہماری تعبیر میں ہے، ایسی واقعی غلطی مل جائے تو تسلیم کر لینے کا ہم نے خود ہی وعدہ کیا تھا، بلکہ اس کی نشاندہی کو آپ کا حق قرار دیا تھا، پھر آپ کا اس کو کارگذاری ــــ زیادہ صحیح لفظوں میں ''کارستانی'' ــــ قرار دینا بے معنیٰ ہے۔ انشاء اللہ ہم اپنی کتاب میں اس لفظ کو آپ کے شکریہ کے ساتھ حذف کر دیں گے۔

(۳) اس لفظ کو الگ کرنے کے باوجود مسئلہ کا ثبوت آپ کے ذمہ ہے، کیونکہ اگر یہ صفات ان میں پائی جانے کی وجہ سے انہیں ان صفات کا مصداق قرار دیا جائے تو کوئی اعتراض نہ تھا۔ میراں صاحب کی اصل عبارت جو مبحوث فیہ ہے وہ صرف اس قدر ہے۔ ''فرمانِ خدا ہوتا ہے کہ آیت: **ان المسلمین والمسلمات** الخ میراں سید محمودؒ اور بی بی کد بانو رضی اللہ عنہا کے حق میں ہے''۔ ''یہ دس خصلتیں'' جو بریکیٹ میں بڑھایا گیا ہے وہ تشریح نہیں الحاق ہے، پھر جب میراں صاحب نے ''یہ آیت'' کہا تو مصنف کا ''یہ دس خصلتیں'' کہنا کیسا صحیح ہوگا؟ یہ بھی غور طلب ہے کہ بقول میراں صاحب جب فرمانِ خدا آیت کے بارے میں ہوا کہ یہ آیت ان دونوں کے حق میں ہے، تو پھر کسی آیت کا کسی کے حق میں ہونا خود اللہ تعالیٰ کہدے تو اسکو ''ان کے بارے میں نازل ہونا'' نہیں تو اور کیا کہیں گے؟ آپ حضرات کی بنیادی غلطی یہی ہے کہ میراں صاحب کی تعلیمات کو ــــ باوجود یہ کہ ان پر ایک طویل عرصہ جذب وسکر کا گذرا ہے ــــ شریعت کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری نہیں سمجھتے، اور ان کی تاویل موافق کتاب وسنت کرنے کے بجائے بعینہٖ قبول کر لیتے ہیں، بلکہ اپنی فہم کے مطابق اسکی تشریح وتعبیر بھی کر لیتے ہیں، اسی طرح سیدین کے کلام کو ــــ جبکہ وہ

با قاعدہ علوم دینیہ متداولہ کے میراں صاحب کی طرح عالم بھی نہیں تھے اور بہ تحقیق علامہ شمس معصوم بھی نہ تھے — کتاب وسنت کے خلاف ہونے کے باوجود قرآن وحدیث کی طرح اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں، اسی غلط فکر نے آپ لوگوں کو زمانۂ نبوت سے لے کر میراں صاحب کے دعوے سے قبل تک کے متفق علیہ اجماعی عقائد سے علاحدہ ہوجانے اور ایک جدید مذہبی خاکہ تشکیل کر لینے پر مجبور کر دیا، اہل اسلام میں جو عظیم مجددین و مصلحین میراں صاحب سے قبل وجود میں آئے تھے، انہوں نے بدعات وایجادات کو ختم کر کے دینِ محمدی کو کتاب وسنت کی روشنی میں اور انہی کے حوالہ سے مضبوط کیا تھا، برخلاف آپ حضرات کے کہ آپ حضرات نے نصرتِ دینِ محمدی کے نام پر میراں صاحب کو نبی کریم ا کے ہم مرتبہ اور ہم منصب بنا کر ایک متوازی دین کی تعمیر کھڑی کردی۔ اور اب اس کو نباھنے کے واسطے بے جوڑ و بے قیاس باتیں بناتے چلے جاتے ہیں، چاہے وہ کسی اصول کے دائرے میں آتے ہوں یا نہ آتے ہوں۔

قولہٗ: احادیث میں مہدی کا اسم مبارک سید محمد ہے لیکن معلوم نہیں کہ ان مولانا کو سید احمد نام کہاں سے مل گیا یا یہ ان کے ذہن کے پیداوار ہے؟ (ص:۱۵)

اقول: کن احادیث میں مہدی کا اسمِ گرامی ''سید محمد'' ہے؟ احادیثِ رسولؐ میں یا احادیثِ مہدویہ میں؟ یہ بتلانا تو خیر آپ کا کام ہے، لیکن مولانا کو کہاں سے مل گیا وہ ہم بتلاتے ہیں کہ مہدی کے نام کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے صرف اسقدر خبر دی ہے ''یواطی اسمہ اسمی'' ان کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا۔ یا رجل یسمی باسم نبیکم ایک شخص جو تمہارے نبی کے نام سے موسوم ہوگا۔ اور قرآن وحدیث میں آپ ﷺ کو محمد اور احمد دونوں ناموں سے موسوم کیا گیا ہے، دونوں نام صحابہ کرامؓ سے آج تک آپ کیلئے بطور اسم ذاتی کے مستعمل ہیں، صفاتی وخطابی کے نہیں! خود حدیث میں بھی صراحت ہے۔
(ابوداؤد، ج:۲ رقم الحدیث ۴۲۸۳)

قولہٗ: اس تحریر میں مہدی کو ''خلیفۃ اللہ لمہدی'' مان لیا گیا ہے، جو قوی صاحب کے عقیدہ کے خلاف ہے، وہ مہدی کو صرف ایک مرد صالح مانتے ہیں، مگر معلوم نہیں انہوں نے اس تحریر کو کس طرح شاملِ کتاب کر دیا؟ (ص:۱۵)

اقول: اس کو معصومیت سمجھوں یا چالاکی؟ ماشاء اللہ بہت بڑی غلطی پکڑ لی آپ نے!
جنابِ عالی! ہم مہدی کے ''خلیفۃ اللہ'' ہونے کے منکر نہیں، خلیفۃ اللہ اپنے اسلامی مفہوم میں پہلے بھی ہوئے ہیں، آئندہ بھی ہوں گے، ہم میراں صاحب کے مہدی موعود ہونے اور اگر بالفرض وہی مہدی ہوں تو بھی ان کے "مامور من اللہ، مفترض الطاعۃ اور معصوم عن الخطاء" ہونے کے باطل عقیدہ کے منکر ہیں، ہمارے نزدیک اولین خلفاء و مہدیین سے لے کر مہدی آخر الزماں تک سب کے سب حضرت محمد ﷺ کے امتی، بغیر کسی اضافہ کے محض متبع سنت اور ان کے دین کے ناصر و محافظ ہیں۔ مگر آپ لوگوں نے تو ظاہر و باطن علاحدہ کر کے باطنی احکام کا ایک جال بچھا رکھا ہے اور صاف یہ کہتے ہوئے کہ دورِ رسالت میں تک کسی نے ان احکام کو سنا نہیں تھا۔ نیز میراں صاحب کے ظہور کے بعد ان کی ان مابعد نبوت تعلیمات کو تسلیم نہ کرنے اور اس دعویٰ باطل پر ایمان نہ لا کر صرف اور صرف شریعت محمدی کی اتباع کرنے والے آپ حضرات کے نزدیک کافر اور منافق ہیں، یا زیادہ سے زیادہ اہل کتاب کی طرح ہیں، جبکہ وہ بھی حکماً کافر ہی ہیں۔

قولہٗ: یہ تحریر عبد اللہ معروفی صاحب نے خودساختہ سنت الجماعت کے ایک بہت بڑے عالم یعنی سید ابوالحسن ندوی کی نقل کی ہے۔ (ص:۱۵،۱۶)

اقول: (۱) ہمارا مسلک ''سنت الجماعت'' نہیں ''اہل سنت والجماعت'' ہے اور یہ مبارک نام خود ساختہ نہیں نبی کریم ﷺ کا مشخص کردہ ہے، اور یہی عنوان آپ کے ہمارے درمیان حدِ فاصل ہے، ہم کہتے ہیں کہ کتاب وسنت اور تعاملِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین کا معیار ہونا چاہئے ارشادِ نبوی "ما انا علیہ و اصحابی" کی روشنی میں اور آپ کے ہاں اس کے ساتھ میراں صاحب کے الہامات، اور بقول خود خلفاء وصحابہ کے ملفوظات و منقولات بھی اس میں ملا لئے جاتے ہیں، یہیں سے تو بات بگڑتی ہے۔

(۲) مہدی اور نبی ؑ دونوں کے ہم مرتبہ ہونے کے بارے میں آپ کہیں آگے بتلانے والے ہیں کہ یہی صحابہ رسول ﷺ اور کئی علماء اسلام کا عقیدہ تھا۔ اس وعدہ کو بھول نہ جایئے گا۔

قولہٗ: یہ مہدویوں پر سراسر بہتان ہے'' قوی صاحب کی کتاب کے اس ہی صفحہ یعنی صفحہ ۲۰ پر ابوالحسن ندوی صاحب کے حوالے یہ بھی تحریر ہے کہ'' بعض نے یہاں تک غلو کیا کہ اگر کتاب وسنت ان کے کسی قول وفعل کے مخالف ہوں تو کتاب وسنت کا اعتبار نہیں۔جبکہ حضرت مہدی موعودعلیہ السلام نے فرمایا کہ'' مذہب ما کتاب اللہ واتباع رسول اللہ ﷺ یعنی میرا مذہب اللہ کی کتاب اور محمد رسول اللہ ﷺ کا اتباع ہے۔ (ص:۱۶)

اقول: (۱) یہ بہتان نہیں احقاق ہے۔ملاحظہ کیجئے......

ہم کسی وقت بھی کسی تفسیر کا مطالعہ نہیں کرتے بیان کے وقت جو آیت بے واسطہ سامنے آتی ہے اور اس آیت کا جو بیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھایا جاتا ہے، اللہ کے امر سے اللہ کی مراد بیان کی جاتی ہے۔شواہدالولایت ص:23 نیز اسی کتاب کا صفحہ 340، صفحہ 382 صفحہ 389

(۲) اور اگر ''مذھب ما کتاب اللہ و اتباع محمد رسول اللہ'' والا ارشاد گرامی ہی برحق ہے، میراں صاحب کا دعوائے مہدیت سے قبل و بعد یہی اعتقاد وعمل ہے اور آپ حضرات بھی اس کو دفع الوقتی کیلئے نہیں اصول مذہبی کے طور پر پیش کر رہے ہیں تو ماشاءاللہ تمام اہل اسلام کا یہی عقیدہ ہے، آیئے! بعد والوں نے کتب مہدویہ میں امام کے اس عقیدہ کے خلاف جو کچھ کہا لکھا ہے ہم اس کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھ کر جانچ لیں اور امام کے اس عقیدہ کے خلاف جو ادراج والحاق یا الحاد اس میں پائیں ان کو میراں صاحب کی مبارک تعلیمات سے علاحدہ کر کے ہم سب ایک ہو جائیں، یہ خواہ مخواہ کی دوریاں ختم ہو جائیں گی، اور بقول آپ کے وقت کا تقاضۂ اتحاد بھی پورا ہو جائے گا۔یہی ہمارا جی بھی چاہتا ہے کوئی ذاتی دشمنی تھوڑا ہی ہے؟

قولہٗ: چونکہ خلیفۃ اللہ مامور من اللہ ہیں اس لئے آپ پر مجتہدین جو خطاء سے محفوظ نہیں کی پیروی حرام ہے۔ (ص:۱۶)

اقول: محترم! پہلے آپ اسی مفروضہ کو کتاب وسنت سے ثابت کر دیں، اسی کی تو آپ سے مانگ کی جارہی ہے، میرے مسلماتِ دین پر دلیل نہ دینے کا آپ نے بار بار خوب شکوہ کیا ہے لیکن خود آپ نے اپنے مفروضوں پر کونسی دلیل شرعی پیش کر دی ہے؟

قولہٗ: ایک حدیث کے مطابق مہدی کے کھلے دشمن فقہاء اور علماء ہوں گے کیونکہ ان کی حکومت ختم ہو جائیگی۔ (ص:۱۶)

اقول: دلیل مطلوب ہے، اس لئے کہ اگر علماء وفقہاء کُھلے دشمن ہوں گے تو صرف جہلاء وحمقاء اس کے ساتھ رہ جائیں گے، اور جو جاہلوں اور احمقوں کا امام ہوگا کیا وہ ''مہدیؑ'' ہوسکتا ہے، ہم کو تو احادیث میں یہ ملتا ہے کہ علماء ان کے انتظار میں ہوں گے، وہ ان کو احادیث کی روشنی میں تلاش کرتے پھر رہے ہوں گے، مہدی اس ذمہ داری سے بچنے کی فکر میں ہوں گے، علماء ان کو رونما کر کے بیعت کی ابتدا کریں گے، اور یہ روایتیں ابونعیم حماد کی جو روایتیں اور ابن عربی کی جو عبارتیں آپ لوگوں نے رٹ رکھی ہیں ان سے زیادہ معروف ومتداول اور مضبوط ہیں۔ تفصیل کیلئے ضمیمہ (۲) ملاحظہ فرمائیے۔

> **قولہٗ:** چاروں ائمہ میں سے جس کا مسئلہ مبنی بر عالیت ہو اس کو اختیار کریں اور رخصتی مسئلہ کو چھوڑ دیں۔ (ص:۱۶)

اقول: مگر عمل تو اس ہدایت کے برخلاف صرف کتبِ مذہب پر ہو رہا ہے، آج تک مہدوی علماء کی عالیت فقہاء پر مبنی کوئی کتاب فقہ یا مفتیان مہدویہ کے فتاویٰ پر مشتمل کوئی مجموعہ کہیں وجود میں آیا ہے؟ افسوس کہ ساڑھے چار سو برس سے آپ حضرات کی طرف سے کتاب وسنت اور اجماعِ امت کے برخلاف اپنے مزعومات کی حقانیت ثابت کرنے کیلئے سیاہ کے گئے چند صفحات کے علاوہ کوئی اور علمی خدمت کم از کم اپنی قوم وملت کی فلاح وبہبود کے لئے بھی نہیں کی جاسکی۔ خود زیرِ نظر تبصرہ میں بھی آپ ابھی تک نوک و پلک درست کرنے میں مصروف ہیں، اصل موضوع سے دامن بچاتے جارہے ہیں، اگر بات صاف صاف اور دوٹوک کریں تو کسی کو کتمانِ حق کا موقع ملے گا نہ ہی الزام تراشی و کردار کشی کا۔ آپ کے بقول جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہمسری وبرابری کے دعووں سے سینکڑوں صفحات آپ کی کتابوں کے بھرے پڑے ہیں تو ''مقامِ نبوت کی یہ توہین'' آپ کے حُبِّ نبی کے جذبہ کو کیوں نہیں چونکاتی؟

> **قولہٗ:** مہدی کا فرمان ہے کہ آپ سے مروی روایات کو قرآن پاک سے ملا کر دیکھو اگر اس کے مطابق ہو تو یہ سچ ہے اور اگر قرآن پاک کے خلاف ہے یہ اس بندہ کی نہیں راوی کے سننے میں غلطی ہوئی ہوگی۔ ایسے واضح فرمان کی موجودگی میں کوئی عالم یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ قرآن اور سنت کا کوئی اعتبار نہیں۔ (ص:۱۶،۱۷)

اقول: کیوں؟ صرف قرآن پاک سے ملا کر دیکھو، کیا قرآن کے ساتھ حدیثِ رسول اوران کے اجماعی مفہوم کا اعتبار ضروری نہیں؟ کیا خوارج وروافض اور معتزلہ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہ قرآن کا حوالہ نہیں دیتے؟ پھر جب علماء اسلام میراں صاحب کی بہت سی باتوں کو قرآن وحدیث اوراجماع کے خلاف ثابت کررہے ہیں تو آپ پھر اپنے امام کی ہدایت کے مطابق اس کو تسلیم کیوں نہیں کرلیتے، اہل اسلام میں اس کا الحمدللہ اہتمام ہے کہ جو بات بھی کتاب وسنت اوراجماعِ امت کے خلاف ہوئی اس کو مسترد کردیا گیا۔ خواہ وہ ائمہ مجتہدین نے کہی ہو یا ائمہ محدثین نے اورتو اور خلیفۂ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ —— جن کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاف الفاظ میں فرمایا کہ اگر کوئی مُحدَّث میری امت میں ہوتا تو عمر ہوتے اور اگر میرے بعد نبوت کسی کو ملتی تو عمر کو ملتی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی زبان سے حق کو جاری کرتا ہے —— کے سوال پر بھرے مجمع میں ایک عام مسلمان کھڑے ہوکر عرض کرتا ہے کہ اگر آپ ہمیں خلافِ شرع اسلامی کوئی حکم دیں گے تو ہماری تلوار آپ کو سیدھا کردے گی۔ اور یہاں حال یہ ہے کہ میراں صاحب کی باتوں پر —— انکے مہدی ہونے پر امت کا اجماع نہ ہونے کے باوجود بھی —— محض اپنی طرف سے مہدی تسلیم کرکے سوائے امنا صدقنا کے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا تو پھر میراں صاحب کے اس فرمان ''مذہب ما کتاب اللّٰہ واتباع محمد رسول اللّٰہ'' کا فائدہ ہی کیا ہوا؟ واضح رہے کہ ہم میراں صاحب کے متضاد دعوؤں یا بعد والوں کی نقلوں کی وجہ سے یہ سب گفتگو کرنے پر مجبور ہیں، ورنہ ہمارا غالب گمان یہ ہے کہ یہ باتیں ان کی نہیں ہوں گی، بعد والوں کا جوشِ عقیدت میں کیا گیا الحاق واضافہ ہوگا یا پھر راجہ دلت رائے والے واقعہ کے بعد پیدا شدہ جذب وسکر کے زمانہ میں غیر اختیاری طور پر صادر شدہ شطحیات ہوں گی، پہلی صورت میں وہ ان غیر شرعی باتوں کے کہنے سے محفوظ ومظلوم اور دوسری صورت میں معذور ہیں مگر بہرصورت ان کی تعلیمات کا خلافِ شرع حصہ ناقابلِ قبول ہے۔

اسلئے ہمارے علماء بالخصوص مولانا سید ابوالحسن علی ندوی جیسے جہاں دیدہ اور نقاد مؤرخ نے ''تاریخ دعوت وعزیمت'' جیسی محققانہ تصنیف میں تاریخی تضادات کے باوجود

انکی شخصیت کو مجروح ہونے نہیں دیا، اوراسی احتیاط کی وجہ سے ان باتوں کو غالی عقید تمندوں سے منسوب فرمایا، جبکہ حقیقت بھی یہی معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

قولہٗ: اس ساری تحریر میں کئی باتیں خلافِ واقعہ بھی ہیں جیسے شیخ دانیال سے سلوک کی تعلیم حاصل کرنا واقعہ اس کے خلاف ہے جس کی تفصیل سیرتِ مہدی علیہ السلام کی کسی بھی کتاب میں دیکھی جاسکتی ہے بچپن ہی سے حضرت مہدی علیہ السلام اپنے استاذ کے کئی اشکال کو دور فرمایا کرتے تھے۔ (ص: ۱۷، ۱۸)

اقول: (۱) خلافِ واقعہ کئی باتوں میں سے صرف ایک کی طرف نشان دہی کی گئی ہے جب کہ یہ صفائی خود خلافِ واقعہ ہے ''اپنے استاذ'' کا لفظ بتلا رہا ہے کہ شیخ دانیال میراں صاحب کے استاذ تھے، جب وہ استاذ تھے تو یہ شاگرد تھے۔

(۲) رہ گیا یہ کہ ''وہ اپنے استاذ کے کئی اشکال دور فرمایا کرتے تھے'' اولاً تو یہ ''کئی'' بھی اوپر والے کئی کی طرح ہوگا، دوسرے اگر کربھی دیا کرتے تھے تو اس سے تلمذ و شاگردی کی نفی تو نہیں ہوتی، ہر زمانہ میں بعض ذہین طلبہ خود اپنے استاذ کے علم وفہم میں اضافہ کا سبب بن جایا کرتے ہیں، اس کی وجہ سے کوئی سلیم الطبع اور احسان شناس استاذ کی استاذی کی نفی نہیں کرسکتا۔

(۳) خلافِ واقعہ کئی باتوں میں سے یہاں ایک ہی پر اکتفا کرنے کا راز — جبکہ آپ ہمارے ایک ایک لفظ کی گرفت کرتے ہوئے آرہے ہیں — یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگلی سطروں میں اسی اعتراف سے کام لیکر آپ یہ ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ یہ صفات وکمالات جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بھی ملتی ہیں تو مان لینا چاہئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میراں صاحب دونوں ذات وصفات میں یکساں ہیں، — نعوذ باللہ — پھر اگر یہی ثبوت ہے ''مساوات نبی ومہدی'' کا تو جناب عالی کو غور کرنا چاہئے کہ اس قسم کی مجاہدانہ وزاہدانہ زندگی صرف میراں صاحب کی خصوصیت نہیں ہے امتِ محمدیہ میں ایسے ہزاروں بزرگانِ دین مل جائیں گے جنہوں نے ایسی بلکہ اس سے بھی زیادہ مجاہدانہ وزاہدانہ زندگی گذاری ہے تو کیا وہ سب ہمسر رسول یا بقول آپ کے مساویٔ رسول ہوجائیں گے؟ ان سطحی باتوں سے

آپ لوگ کس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مراتبِ عالیہ لامثالیہ کا مذاق بناتے ہیں، ایک غیر تمند امتی ان باتوں کو کبھی گوارا نہیں کرسکتا، بلکہ عام مہدویہ سے بھی ہمیں توقع نہیں کہ وہ اس کی جرأت کرسکیں۔ بریں عقل و دانش بباید گریست

قولہٗ: یہ چند حوالے بطورِ نمونہ پیش کئے گئے ہیں تا کہ اُن علماء کے حقیقی چہرے ظاہر ہوجائیں، اُن علماء نے قوی صاحب کی کتاب کو شستہ، سلیس، شگفتہ زبان، سنجیدہ، متین اور پُروقار اندازِ بیان وغیرہ القاب سے نوازا ہے لیکن ہم نے جب اُس کا مطالعہ کیا تو پایا کہ یہ کتاب جھوٹ، بہتان، حوالوں میں اُلٹ پلٹ کے علاوہ جگہ جگہ طنزیہ جملوں اور ناشائستہ القاب اور قرآنِ پاک کے حکم کے خلاف گروہ مہدویہ کے بانی مہدی موعود کی شان میں گستاخیوں اور بے حیا جرأت سے بھری پڑی ہے۔ (ص:۱۹)

اقول: کیا ابھی یہ چند اور بطورِ نمونہ ہیں؟ بہتر تھا کہ آپ ہر سطر ہی پر تبصرہ فرما دیتے ایسی بھی کیا جلدی تھی کہ سیکڑوں کتابت کی غلطیوں اور املاء وتحریر کی مضحکہ خیزیوں کے ساتھ بس کچھ اٹھا پٹک کر دی ہے۔ بے ربط و بے جوڑ تبصرے کہ بات کہاں سے شروع کی، کہاں ختم کی اور کیا کہنا چاہتے ہیں کچھ پتہ نہیں چل رہا ہے، اللہ ہی رحم فرمائے، لگتا ہے کہ ''مطالعہ مہدویت'' کے شیوع اور قوم کے متأثر ہونے کا خوف کھائے جا رہا ہے، یا قوم کا پریشر بڑھتا جا رہا ہے کہ ''مرشدیت'' کا فریضہ ادا کرو اور جواب دو۔

قولہٗ: مہدی نے کوئی نیا مذہب، نئی شریعت نہیں لائی۔ حضرت مہدی کے ان ارشادات کی روشنی میں ان کی تعلیمات اور ان کے اعمال کو دیکھنا چاہیے نہ کہ کسی غیر مہدوی معاند کی تحریرات کی روشنی میں۔ مہدیِ موعود کی تعلیمات کو قرآن اور حدیث کی کسوٹی پر جانچنا چاہیے، نہ کہ کسی مسجد کے تنخواہ دار پیش امام کی تحریرات پر! (ص:۱۹،۲۰)

اقول: ۱) جیسے جیسے مشکلات بڑھتی جا رہی ہیں آپ کے رویےؔ اور قلم کا تیور تیز ہوتا جا رہا ہے، خیر ہم ہی صبر و ضبط سے کام لیتے ہیں، عمر کا احترام بھی ملحوظِ خاطر ہے۔

۲) ''مہدی نے کچھ بھی نہیں لایا ہے نہ نیا مذہب نہ نئی شریعت'' فرما کر کہیں آپ دوسروں کو الزام دینے کی دُھن میں اپنے مذہب کا انکار تو نہیں کر رہے ہیں؟

اگر انہوں نے کچھ بھی نہیں لایا ہے تو پھر بات ہی کیا رہ جاتی ہے؟ میں یاد دلاتا ہوں

کہ انہوں نے کیا لایا ہے!

> ''فرمایا آپ نے جو کوئی حکم میں بیان کرتا ہوں خدا کی طرف سے اور خدا کے حکم سے بیان کرتا ہوں، جو کوئی ان احکام سے ایک حرف کا بھی منکر ہوگا وہ اللہ کے پاس پکڑا جائے گا''۔
> (شواہد:۳۴۰)

پھر یہ جو احکام میراں صاحب دیتے ہیں، علوم متوارثہ سے اخذ نہیں کرتے، پچھلے علماء کی تفاسیر نہیں پڑھتے، قرآن کریم کے سمجھنے میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مدد نہیں لیتے بلکہ ''جو بیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھلایا جاتا ہے اللہ کے امر سے اللہ کی مراد بیان کی جاتی ہے''۔

قرآن کے وہ معانی جو حضرت رسول اللہ ﷺ کے حضور میں نہیں سنئے گئے تھے سنائے گا۔(ص:۴۵/ ۴۴۴)

خود آپ نے اپنے ضمیمہ میں فرہنگِ آصفیہ کے حوالہ سے ''فرقۂ مہدویہ کے عقائد کا دارومدار'' جن امور پر ثابت کیا ہے ان میں سب سے پہلا نمبر ہی ''مہدوی مذہب کا معتقد ہونا ہے'' (ص:۹۵) پھر آپ ہی کہہ رہے ہیں کہ مہدی نے کوئی نیا مذہب نہیں لایا ہے۔

۲) یہ بات بالکل صحیح ہے کہ مہدیٔ موعود کی تعلیمات کو قرآن وحدیث کی کسوٹی پر جانچنا چاہئے، آپ کے معتقدات کو قرآن اور حدیث کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے تو کھرے نہیں اُترتے، اسی لیے تو آپ سے کتاب وسنت اور اجماع امت سے ان اعتقادات کی صحت ثابت کرنے کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔ اگر ہم کو پرکھنا صحیح نہیں آتا ہے تو آپ ہی اصولِ شرع پر فٹ کرکے بتلادیجئے، ہم اپنی غلطی تسلیم کرلیں گے، بشرطیکہ یہ فٹنگ اصول شرع کے موافق ہو۔

> **قولہٗ:** یہ بات عجیب سی لگتی ہے کہ بات مہدی کی ہورہی ہے اور صیف صاحب پیغمبروں کی بعثت کی کررہے ہیں۔ (ص:۲۰)

اقول:۱) جی ہاں! آپ لوگوں نے نبوت اور نبی کے الفاظ استعمال کیے بغیر مہدی

کے نام پر جو کچھ گھڑا ہے وہ ایک مستقل نبی ہی کی مثال ہوسکتی ہے، اس لیے مولانا نے پہلے اس مسئلہ کی وضاحت کی ہے، تاکہ آگے گرفت صحیح ہوسکے۔

۲) آپ ان چاروں وجوہات سے بھی مہدی کی ضرورت ثابت کرسکتے تھے آپ کے پاس ویلمی، رویانی، فتوحات، فصوص البرہان مؤلف محمود حیدری جیسے مفسرین ومحدثین کی کوئی کمی تو نہیں ہے، مگر آپ نے چار کے بجائے صرف دو کو لیا ہے، پھر بے سروپا فلسفہ بگھار کر ان میں سے ایک کی تکمیل کے لیے مہدی کی ضرورت اور دوسری وجہ کی بنیاد پر عیسیٰ کی ضرورت کا اظہار کیا ہے، تیسری اور چوتھی کو نہیں چھیڑا اس واسطے کہ غالباً اس میں کھینچ تان کے مہدی کی ضرورت پر فٹ کرنے کا کوئی راستہ نہیں ملا ہوگا۔

۳) کیف تھلک الخ کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے، آپ بار بار دہراتے ہیں کہ عقیدہ حدیثِ آحاد سے ثابت نہیں ہوسکتا، جب احادیثِ آحاد صحت کے درجہ پر ہونے کے باوجود صرف ظن کا فائدہ دیتے ہیں اور ان سے عقیدہ کی داغ بیل نہیں ڈالی جاسکتی تو ایسی روایت جو صحاح وسنن میں بھی نہیں ملتی اس سے عقیدہ کی بنیاد کیسے پڑسکتی ہے؟ اتفاق سے شمابدولت کی جھولی میں جتنی روایات ہیں وہ اسی قبیل کی ہیں۔

۴) پھر اس حدیث سے بھی تو صرف مہدی کا دونوں کے وسط میں ہونا ثابت ہوتا ہے، یہ وسط دسویں صدی ہجری ہے اس کا علم کیا کسی آسمانی ندا اور غیبی صدا سے ہوا ہے؟ اس حساب سے نزولِ عیسیٰ کیلئے بیسویں صدی بھی طئے ہوجاتی تو اچھا تھا۔

۵) علماء وفقہاء ہی تو ہیں جو دجل وتلبیس کا پردہ چاک کرتے ہیں، اسی لئے اہل حق کو علماء سے محبت ہوتی ہے اور اہل باطل کو نفرت!

قولہٗ: اگر آپ تصوف کے قائل نہیں تو یہ الگ بات ہے۔

اقول: معاف کیجئے! ہم تصوف کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ پیری مریدی بھی کرتے ہیں، لیکن دسویں صدی کے صوفیا والا تصوف نہیں جن میں بقول آپ کے ''اسلامی شریعت سے دلچسپی نہیں تھی، تصوف کو یہ لوگ زیادہ اہمیت دیتے تھے''۔

قولہٗ: ملاؤں مفتیوں اور فقہاء نے حیلہ کے ذریعہ سے زکوٰۃ اور دوسرے فرائض سے بچنے کے عجیب طریقے اختیار کرر کھے تھے۔ (ص:۲۱)

اقول: ۱) یہی تو ایک شخصیت ہے جس نے قبروں میں سونے کی اینٹیں چھپا رکھی تھیں اور یہی شخص زکوٰۃ سے بچنے کا حیلہ کیا کرتا تھا، ہم نہ اس کو مہدی کہہ رہے ہیں نہ ولی، آپ صفحات کے صفحات دسویں صدی کا نقشہ فٹ کرنے میں برباد کر رہے ہیں تاکہ اصل بات سردخانے میں چلی جائے۔

۲) یہ بھی محلِ غور ہے کہ دسویں صدی میں صرف مخدوم الملک ہی ایک ملا نہیں تھا، ہزاروں علماء فقہاء اور ملا لوگ موجود تھے، ایک آدھ شخص کی وجہ سے تمام علماء وفقہاء کی یہی صورتحال بتلانا تاریخ کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

قولہٗ: کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی مثال دین کو بدل دینے کی مل سکتی ہے؟ (ص:۲۲)

اقول: مخدوم الملک کتنا بھی بدعمل رہا ہوگا، اس نے دین بدلا نہیں تھا، بدعملی کے حیلے کرر ہا تھا، اگر اس کو دین بدلنا ہوتا تو زکوٰۃ کے حکم ہی کو کالعدم کر لیتا، دین تو آنجناب کے مذہب میں اس طرح بدلا گیا ہے کہ اس کی مثال ملنی مشکل ہے، یہ تو اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کا مصداق ہے۔

قولہٗ: مشکوٰۃ اور صاحبِ مرقاۃ نے بھی اس حدیث کی اسناد کو سونے کی زنجیر کہا ہے اس لیے اس دور یعنی دسویں صدی ہجری (وسطِ امت) میں مہدی علیہ السلام کی پیدائش یقینی اور ضروری ہے۔ (ص:۲۳)

اقول: صاحبِ مرقاۃ نے تو کہا ہوگا مگر مشکوٰۃ کس محدث کا نام ہے؟ اس حدیث کی سند سلسلۃ الذہب ہو کہ سلسلۃ الدرر، اس سے مہدی کی دسویں صدی میں پیدائش یقینی اور ضروری کیسے ہوگئی؟ جذبات سے مغلوب ہو کر آپ کیا کیا کہہ جاتے ہیں کچھ آپ کو بھی پتہ ہے؟ میرا خیال ہے کہ ایک دفعہ آپ اپنی کتاب کا خود مطالعہ کر لیں تو ایک اور شاندار رد تیار ہوسکتا ہے۔

قولہٗ: رحمانی صاحب کی دوسری ضرورت بعثتِ نبی یا رسول کی یہ ہے الخ (ص:۲۳)

اقول: اس عبارت کو اور اس کے بعد کے پورے پیرا گراف کو ایک دفعہ آپ بھی پڑھ لیجئے، غالباً لکھتے وقت آپ کا منشا ؎ ''کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی''......رہا ہوگا۔

> **قولہٗ:** ہم قارئین کے علم میں یہ بات تازہ کر دینا چاہتے ہیں کہ جو کوئی حضور ﷺ پر بہتان باندھے یا آپ ﷺ کی احادیث میں کمی زیادتی کرے اس کا ٹھکانہ دوزخ کا آخری درجہ ہے۔
> (ص:۲۴)

اقول: مولانا رحمانی صاحب اس حدیث کے مصداق تو اپنے مدعا کو احادیث سے ثابت نہ کر سکنے کی صورت میں ہوں گے، آنجناب نقد اس انجام کے مستحق ہیں اگر حدیث میں ''دوزخ کا آخری درجہ ہے'' کے الفاظ نہ بتا سکیں۔

۱) حدیث میں ہے امامِ مہدی امت میں دین کو نافذ کریں گے، دین کا یہ کامل نفاذ خلفاءِ راشدین کے دور ہی میں ہوا ہے، خود نبی ﷺ نے ان کے دور کو راشدہ یعنی ہدایت یاب دور اور ان کے بعد کے ادوار کو ملوک و جبابرہ کا دور فرمایا ہے، نیز آپ نے ان کے زمانہ کو خیر القرون قرار دیا ہے۔ اس لیے اس کے بعد جس دور میں بھی اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا اور دین کا پختہ نفاذ ہوگا اسے خلافتِ راشدہ کی نشاۃِ ثانیہ ہی کہا جائے گا اس کو خلافتِ راشدہ کے مبارک دور سے تشبیہ نہ دی جائے تو پھر کس سے دی جائے؟ یہ آپ کی مشکل ہے کہ مہدی کے لیے نبوت سے کم درجہ کی کسی تمثیل کے لیے راضی نہیں ہوتے۔

۲) مہدی کے لیے احادیث میں خلیفۃ اللہ کا لفظ تو استعمال ہوا ہے، معصوم عن الخطا وغیرہ کے القاب کا ہمیں علم نہیں، نہ آپ کے پاس کوئی معتبر دلیل ہے، محض ظن و تخمین سے قائم کیا گیا مفروضہ ہے، نیز خلیفۃ اللہ کے ساتھ ساتھ ان کا کام اور مقام بھی احادیث میں مصرح ہے، جس کی روشنی میں ان کا معصوم عن الخطا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی جدید دعوت پر مامور ہونا ثابت نہیں ہوتا، اسی لیے آپ لوگوں سے قبل اہل اسلام میں مہدی کے بارے میں ایسا عقیدہ نہیں تھا، اگر کسی نے لکھا ہے تو آپ کتاب اور اس کی عبارت کا مکمل حوالہ دیں، اس لیے کہ آپ لوگوں کی محولہ کتابیں لائبریریوں میں عدمِ دستیاب ہیں، بلکہ لگتا ہے کہ خود آپ نے بھی کبھی نہیں دیکھی ہیں، نقل در نقل ہوتا آ رہا ہے، نیز ایک آدھ کسی عالم کا ایسا خیال پہلے بھی رہا ہوگا تو وہ اجماعِ امت کے برخلاف ان کا تفرد کہلائے گا جو حجت نہیں ہے۔

۳)مہدی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی ہدایت اور صلاح وفلاح کیلئے ظاہر کی جانے والی ایک شخصیت ہے، جن کی علامات بقول آپ کے بھی انہی (زیر تبصرہ کتاب ص:۲۶) آحاد احادیث سے معلوم ہوئی ہیں جو ''ظنی الثبوت'' ہیں قطعی الدلالۃ نہیں اور ''جن پر عقیدہ جیسے مسئلے کا مدار نہیں رکھا جاسکتا''، تو پھر ایسی شخصیت کو ''مردِ صالح، ولی اللہ اور داعی اسلام وحامی دین'' سے زیادہ کیا سمجھا جاسکتا ہے؟ کسی کا معصوم ہوسکنا اور متعین شخصیت سے منصبِ مہدیت کا انکار کرنے کا کفر ہونا کسی نص قطعی ہی سے ثابت ہوسکتا ہے، اسی لیے آپ سے اسی قدر چاہا جارہا ہے کہ آپ نے کس قطعی الثبوت دلیل ظاہر المعنیٰ آیت اور متواتر حدیث سے یہ عقیدہ نکالا ہے؟ آپ کے پاس اسکے علاوہ ہر بات ہوسکتی ہے مگر اس کا کوئی جواب نہیں!

۴)انکارِ مہدی کے کفر ہونے کی بات کرتے وقت آپ یہ بھول جاتے ہیں کہ ظہور مہدی —— جو قطعی الثبوت ہے —— کا انکار کسی کو نہیں ہے، یہاں مہدی کے معصوم ہونے اور کسی خاص شخصیت ہی کے مہدئ موعود ہونے کی بحث چل رہی ہے۔ پھر وہ بھی اس مہدی کی بات ہے جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے، لغوی طور پر کسی ہستی کے ہادی و راہنمائے قوم کے طور پر مہدی ہونے میں بھی کوئی اشکال نہیں کیونکہ امتِ محمدیہ کی تاریخ ایسی ہزاروں ہستیوں سے بھری پڑی ہے، وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ کسی عبقری شخصیت کو وجود میں لاتا ہے اور ان کے ذریعہ لاکھوں بندگانِ خدا کو ہدایتِ دین وایمان اور صلاح وتقویٰ سے سرفراز فرماتا رہتا ہے، ان میں بلاشبہ ایسی ہستیاں بھی ہیں جن کا دائرۂ اثر اور قوتِ افاضہ میراں صاحب کے اثر وافاضہ سے کہیں زیادہ ہے اور امت میں مقبولیت کے اعتبار سے بھی ان کا قدم کہیں زیادہ راسخ ہے۔

۵)اور آپ کو یہ بتلانا ہے کہ ''میراں صاحب'' کے زمانہ میں دنیا یا کم از کم دنیا کا اکثر حصہ عدل وانصاف سے بھر گیا تھا؟ کیا اتنی دنیا بھی ہدایت یاب ہوئی تھی جتنی کہ خلفاءِ راشدین کے دور میں ہوئی تھی؟ اگر کوئی ایسا کہتا بھی ہے تو تاریخ کو جھٹلانے اور آفتاب کو چراغ دکھانے کی کوشش کرتا ہے۔

۶) مولانا نے جتنی باتیں امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھی ہیں وہ ان روایات سے مضبوط اور مستحکم احادیث میں پائی جاتی ہیں جو آنجناب نے ضمیمہ میں جمع فرمائی ہیں، پھر اس کے باوجود بھی آپ کو ـــــ جس نے پہلے ہی یہ طئے کر دیا ہے کہ احادیثِ مرویہ میں صرف مہدی کا نام اور ان کے والد کا نام قطعی اور متواتر ہے باقی احادیث آحاد ہیں اور وہ صرف ظن کا فائدہ دیتے ہیں، ان پر عقیدہ کا مدار نہیں رکھا جاسکتا (زیر تبصرہ کتاب ص:۲۶) ـــــ یہ حق نہیں پہونچتا کہ مخالف کے ایک بڑے عالم دین کو خواہ وہ آپ کے خیال میں آپ کی جوتیوں کے برابر ہی کیوں نہ ہو ''ارے تُرے'' سے یاد فرماویں کیوں کہ اخلاق بھی دنیا میں کوئی چیز ہے۔

۷) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئیوں کو نقل کرنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقام کو گھٹانا ہے نہ مہدی کے مقام کو بڑھانا، اگر آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ـــــ جن کی فضیلت قرآن کریم کی ایک نہیں کئی کئی قطعی نصوص اور احادیثِ صحیحہ کے جمِ غفیر سے ثابت ہے ـــــ کے مقام کو اپنے مفروضہ مہدی کے مقابلہ میں خاطر میں نہیں لاتے تو ''دوسروں کو نصیحت خود کو فضیحت'' کا مصداق بننے کا کیا فائدہ ہے؟

۸) دنیا میں امن وامان اور خوشحالی کے قیام کے لیے کوئی عادل حکمراں اور صالح خلیفہ کافی ہے، اس کے لیے اس کا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے افضل ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، بلکہ حدیث میں تو یہاں تک آیا: ان اللہ لیوید ھذا الدین بالرجل الفاسق۔ اس لیے یہ اشکالات محض کم علمی اور بدفہمی سے ناشی ہیں۔

> **قولہٗ:** مہدی علیہ السلام اور رسول مقبول ﷺ کی ہمسری کے صرف ہم مہدوی ہی قائل نہیں ہے بلکہ سنت والجماعت کے متقدمین جید علماء جیسے حضرت محی الدین ابن عربیؒ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت راجو قتالؒ وغیرہ بھی ہیں، اس سلسلہ میں ضمیمہ میں کچھ احادیث دی گئی ہے جن کا مفہوم یہ ہے کہ دورِ صحابہؓ اور تابعین کا عقیدہ بھی یہی تھا۔ (ص:۲۶)

اقول: ۱) اچھا ہوتا کہ زحمت کر کے چند صحابہ چند تابعین چند محدثین وفقہاء کی یا کم از کم ایک دو ہی کی عبارات بھی بحوالۂ معتبر کتب نقل کر دیتے، تا کہ ہمارے لیے بھی ازدیادِ

علم کا سبب ہوتا اور اسی کے ساتھ ساتھ غور وفکر کا راستہ کھلتا۔

۲)ضمیمہ کی کسی حدیث میں یہ عقیدہ نہیں ملا، اگر آپ نے زبردستی ان سے کوئی مفہوم لے لیا ہو تو علاحدہ بات ہے۔

> **قولہٗ:** مہدی علیہ السلام کے تعلق سے تواتر المعنٰی صرف آپ علیہ السلام کا نسل فاطمہؓ سے ہونا، آپ علیہ السلام کا نام محمد ہونا، آپ علیہ السلام کے والد کا نام عبداللہ ہونا اور اللہ جب چاہے گا آپ علیہ السلام کو اپنے دین کی نصرت کیلئے مبعوث فرمائے گا اس کے علاوہ جتنی علامتیں ہیں وہ سب ظنی ہیں اور ظنی احادیث سے عقیدہ بنانا غلط ہے اور اس پر اسرار کرنا کفر ہے۔(ص:۲۶)

اقول: ۱) یہ اصول یاد رکھئے، اور اپنے پورے ضمیمہ کو جو ایسی ہی آحاد احادیث بلکہ انتہائی ضعیف اور بعض موضوع احادیث پر مشتمل ہے، مذکورہ چار باتوں والی احادیث کو چھوڑ کر نذرِ آتش کر کے اس — بقول خود کافرانہ اصرار — سے توبہ کر لیجئے۔ یہیں سے سارا اختلاف ختم ہو جائے گا۔

۲) تواتر المعنٰی کوئی اصطلاح نہیں ہے، متواتر المعنٰی لکھنا چاہیے، اسرار -ص- سے ہوتا ہے نہ کہ -س- سے...... یا پھر یہ کوئی پُر اسرار فتویٰ ہوگا، کیونکہ خود ہی کے خلاف پڑ گیا۔

۳) محترم! جو چار باتیں متواتر المعنٰی آپ نے لکھی ہیں ہم ان کے منکر نہیں، ہم تو اس معیار کی روایات اور بھی جانتے ہیں، مانتے بھی ہیں، وہ چونکہ آپ کے مطلب کی نہیں اس لیے آپ کے نزدیک ان پر اصرار کفر ہے اور ان سے کئی درجہ نازل بلکہ موضوع روایات بھی اگر آپ کے دعوے کے مطابق ہوں تو نہ صرف معتبر ہیں بلکہ ان پر اصرار اب بجائے کفر کے ''ایمان حقیقی'' بن جاتا ہے اور انکار کفر ہو جاتا ہے، سبحان اللہ! ''چت بھی اپنی پٹ بھی اپنی'' کی کیسی واضح مثال ہے۔

> **قولہٗ:** جن احادیث کو بنیاد بنا کر یہ لوگ مہدیؑ اور عیسیٰؑ کا ایک زمانے میں ظہور کی بات کرتے ہیں وہ ظنی احادیث ہیں اس کے علاوہ صحاح ستہ کی کتب میں اس مفہوم کی جو احادیث آئی ہیں اُن میں مہدی کا نہ تو نام ہے اور نہ ہی آپ کا مرتبہ یعنی مہدی لکھا گیا ہے اُن کتب میں صرف امیر یا امام کے الفاظ آئے ہیں جس کا مطلب ان لوگوں نے مہدیؑ لے لیا ہے۔ اس طرح ایک غلط عقیدہ کی تشہیر کی جا رہی ہے۔ (ص:۲۶،۲۷)

اقول: ۱) یہ ظنی بھی صحاح ستہ میں موجود ہیں، وہ آپ کی مذکورہ بالا چار روایات بھی زیادہ سے زیادہ ابوداؤد و ترمذی کی ہیں نہ کہ صحیحین کی، یہاں وہاں سے عبارتیں نقل کر دینے کا یہ انجام ہوتا ہے کہ خود کو کچھ پتہ نہیں کہ کیا کہہ رہے ہیں، جنابِ عالی! امیر، امام، رجل کے جو الفاظ صحیحین کی روایات میں ہیں، دیگر صحاح میں مہدی کی صراحت کے ساتھ یہی باتیں آئی ہیں، شارحینِ حدیث نے میراں صاحب کی پیدائش سے بھی صدیوں پہلے ان تفصیلی روایات کو ان مجمل احادیث کی شرح قرار دیا ہے۔ اسی وجہ سے ان سب کا ''مہدی آخر الزماں متصل نزولِ عیسیٰ'' پر اطلاق کرتے ہیں، آپ کے پاس نہ کوئی اصول حدیث ہے نہ شراحِ حدیث پر اعتماد ہے، اگر کوئی اصول ہے تو وہ یہ کہ جو کوئی حدیث قرآن پاک اور میراں صاحب کے حال کے مطابق ہو وہ معتبر ہے۔ میراں صاحب کے حال سے کیا مراد ہے وہ تو میراں صاحب ہی کو معلوم تھا، اس وقت جو طرزِ عمل ہے وہ یہ ہے کہ آپ لوگوں نے ان کا جو حال سمجھا ہے اس کے مطابق اگر کوئی حدیث ہے تو وہ حدیث ہے اس پر عقیدہ بن سکتا ہے، خواہ وہ محدثین کے نزدیک موضوع کیوں نہ ہو اور اگر حدیث اس کے مطابق نہیں ہے تو آحاد اور ظنی ہے، اس لیے ان پر عقیدہ کی بناء تو کیا رکھ سکتے ہیں استدلال واصرار بھی کفر ہے۔ فیا للعجب

۲) صحاح ستہ میں مہدی کا نام نہ ہونے سے مراد میراں صاحب کا نام نہ ہونا ہے تو بات صحیح ہے کہ ان کا نام کسی حدیث میں نہیں ہے، لیکن کیا کسی غیر صحیح حدیث میں ہے؟ اور اگر یواطی اسمہ اسمی کا اشارہ مراد ہے تو صحاح ستہ سے تو آپ نے بھی نقل فرمایا ہے اپنا ضمیمہ دیکھ لیں۔ غالباً آپ صحیحین میں نہیں ہے کہنا چاہتے ہوں گے مگر آپ کو صحیحین اور صحاح ستہ میں فرق نہیں معلوم ہوگا! بہر حال کتاب کا بڑا حصہ غیر مفید و غیر متعلق مباحث کی نذر ہو گیا، نتیجہ کچھ نہیں۔ بات وہی مرغے کی ایک ٹانگ پر ختم ہو جاتی ہے۔ ملاحظہ کیجئے......

> **قولہٗ:** اس ہی طرح جہاں مہدی کے مولد کا ذکر آیا ہے وہاں احادیث میں ''مدینہ'' آیا ہے اور اس کا مطلب مدینہ منورہ لے لیا گیا، یہ بھی ایک اجتہادی غلطی ہے۔ (ص:۲۷)

اقول: شکر ہے کہ اس کو کفر کے بجائے اجتہادی غلطی کہا گیا ہے۔ کہیں تو قلم محتاط ہوا۔

جنابِ عالی! اس اجتہاد کیلئے قرینہ موجود ہے کہ اس کے ساتھ مکہ کا بھی ذکر ہے کہ فیخرج رجل من اھل المدینۃ ھاربا الی مکۃ اور جب مکہ مدینہ کہا جاتا ہے تو مدینۃ الرسول مراد ہوتا ہے۔ اس کے مقابل میں لمبی چوڑی لغوی وقرآنی استعمال کی تحقیقات میں وقت خراب کر کے "مدینۃ" کو شہر جونپور ثابت کرنا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا، اُس اجتہاد میں تو غلطی تھی اور یہ اجتہاد محض باطل ہے۔ بجائے من المدینۃ من الھند بھی تو کہا جا سکتا تھا۔

قولہٗ: چونکہ پیشین گوئیاں بھی ایک طرح سے ہمارے امتحان کے لیے غیر واضح اور مجازاً بیان کی جاتی ہیں اس لیے ان کا صحیح ادراک وہی شخص کر سکتا ہے جس پر پروردگارِ عالم کا کرم ہو ورنہ زیادہ تر لوگ تو ان سے گمراہ ہی ہوتے ہیں اور صرف چند حضرات جو يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ کی تعریف میں آتے ہیں وہ ان پیشین گوئیوں کا صحیح ادراک کر پاتے ہیں اور وہی کامیاب بھی ہوتے ہیں۔ (ص:۲۷)

اقول: زیادہ تر لوگ گمراہ ہونے والے ہوتے تو نبی بیان ہی کیوں کرتے؟ کیا نبی گمراہ کرنے آئے ہیں یا ہدایت دینے؟ ہاں! کچھ لوگ اپنی عقل وعلم کی کوتاہی سے گمراہ ہو سکتے ہیں، اس کا بھی علاج ہے، وہ یہ ہے کہ اپنی ضد کو چھوڑ کر امت کے اجماع کو اختیار کر لیا جائے۔

قولہ: احادیث کے اس مختصر ترین تعارف کے بعد یہ بھی بتلا دینا ضروری ہے کہ مہدویہ پر یہ الزام بھی ہے کہ قُرآنی آیات کو توڑ مروڑ کر مہدیؑ سے متعلق کر دیتے ہیں لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے علماءِ متقدمین نے بھی کئی آیاتِ قرآنی کے متعلق اپنی تفاسیر میں لکھا ہے کہ یہ مہدی کیلئے ہیں جیسے "ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ (75:19) وغیرہ ہم مہدویوں کا عقیدہ ہے کہ جن آیات کے تعلق سے مہدی علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنی زبان مبارک سے فرمایا ہے کہ یہ آیات آپؑ یا آپؑ کے گروہ کے متعلق ہیں ہم اُن آیات کو ضرور مہدی علیہ السلام کے متعلق مانتے ہیں لیکن موجودہ علماء نے یا تو اُن تفاسیر کا مطالعہ نہیں کیا یا پھر صرف مہدویہ کے بغض اور عناد میں یہ مسئلہ اٹھایا ورنہ ایمان کا تقاضہ تو یہ تھا کہ وہ ان ساری تفاسیر پر معترض ہوتے جو ان تحریرات سے بھری پڑی ہیں جو ان حضرات کی نظر میں غلط ہیں لیکن ان کا مقصد تو صرف مہدویہ پر جا و بے جا اعتراض کرنا ہے۔ (ص:۲۷)

اقول: ۱) محترم! احادیث کا کوئی تعارف آپ نے نہیں کرایا، اپنی بے سرو پا لن

ترانی کواحادیث کا تعارف کہہ کر جان مت چھڑائے، ویسے حدیث کا تعارف محدثین کا کام ہے جبکہ اُن کا کہیں کوئی ذکر ہے نہ حوالہ۔

۲) ہم یہی تو جاننا چاہ رہے تھے کہ کن متقدم مفسرین نے کن تفسیروں میں کن آیاتِ قرآنیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ مہدی کے لئے ہیں؟ ایک آیت کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے، میں اس کی تفسیر مشہور و معتبر مفسرین سے نقل کرتا ہوں ان میں کسی نے بھی آپ کی تائید نہیں کی ہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان علینا جمعه ای فی صدرک و قرأنه ای ان تقرأه فاذا قرأناه ای اذا تلا علیک الملک عن الله تعالٰی فاتبع قرأنه ای فاستمع له ثم اقرأه کما اقرءک ثم ان علینا بیانه ای بعد حفظه وتلاوته نبینه لک ونوضحه ونلهمک معناه علی ما اردنا و شرعنا (تفسیر ابن کثیر ۴/۴۴۹)

بے شک ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کرنا (یعنی آپ کے سینہ میں محفوظ کرنا) اور پڑھانا (یعنی آپ کا اس کو پڑھنا) پھر جب ہم پڑھ چکیں (یعنی فرشتہ جب اللہ تعالٰی کی طرف سے آپ کے سامنے پڑھے) تو آپ اس کے پڑھنے کا اتباع کیجئے (یعنی پہلے سنئے پھر پڑھئے جیسا کہ اس نے آپ کو پڑھایا) پھر یقیناً ہمارے ہی ذمہ ہے اس کا بیان (یعنی حفظ وتلاوت کے بعد ہم آپ کے سامنے اس کی وضاحت وصراحت کریں گے اور آپ کو اس کے معنی ہمارے ارادے اور احکام کے مطابق سمجھائیں گے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ثم ان علینا بیانه ای بیان ما اشکل علیک من معانیه واحکامه علی ماقیل .... وقد صح عن روایة الشیخین وجماعة عن الحبر انه قال فی ذالک ثم ان علینا بیانه ان نبینه بلسانک۔ وفی لفظ علینا ان نقرأه ویوید ذالک ان المراد بیان جمیع القرآن والمجمل بعضه (روح المعانی ۲۹/۲۲۰)

پھر ہمارے ہی ذمہ ہے اس کا بیان یعنی اس کے احکام ومعانی کی صراحت۔ بخاری ومسلم کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ ترجمہ کیا ''ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم آپ کی زبان سے اس کی تبیین وتشریح کرادیں'' مراد یہ ہے کہ تمام قرآن کا بیان اور اس کے بعض مجمل کا بیان اللہ تعالیٰ ہی کی ذمہ داری ہے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ثم ان علینا بیانه ای تفسیر ما فیه من الحدود والحلال والحرام۔

وقیل ثم ان علینا بیانه بیان ما فیه من الوعد والوعید وتحقیقهما

وقیل: ای ان علینا ان نبینه بلسانک۔ (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۷۹/۱۰)

پھر ہمارے ہی ذمہ ہے اس کا بیان۔ یعنی جو حدود، حلال اور حرام بیان کئے گئے ہیں انکی تشریح، ایک اور قول کے مطابق ہمارے ہی ذمہ ہے اس میں موجود وعدوں اور وعیدوں کی تبیین وتحقیق، ایک اور قول کے مطابق ہمارے ہی ذمہ ہے آپکی زبان سے اسکی تشریح وتوضیح۔

(۳) ''بھری پڑی ہیں'' کا کوئی مفہوم ہے یا یونہی بے شعوری میں لکھدیا ہے، اب آپ ہی فرمائیے کہ تفسیروں کا مطالعہ کس کا ناقص ہے؟ ان ساری تفاسیر کی ذرا آپ فہرست دیدیجئے تو ہم اپنی معلومات میں اضافہ کے لئے آپ کے ممنون ومشکور رہیں گے۔ اگر نہ دے سکیں تو پھر بغض وعناد کا الزام واپس لے لیجئے۔

قولہٗ: اب مہدی علیہ السلام کی خصوصیات کے تعلق سے جو احادیث وارد ہوئی ہیں اُن میں سے چند کا ذکر کریں گے، اور ساتھ ہی متعلقہ احادیث پیش کریں گے۔ (ص: ۲۷، ۲۸)

اقول: مہدی سے متعلق احادیث ذکر کریں گے اور ساتھ ہی متعلقہ احادیث پیش کریں گے یہ کیا عبارت ہے؟ ہمیں دوہری مصیبت یہ ہے کہ پہلے آپ کی بقراطی عبارت کو حل کریں۔ پھر اس کا جواب دیں۔

دعویٰ نمبر ① و ② ۔ خلیفۃ اللہ ہونا

(۲) پہلے یہ ثابت کیجئے کہ یہ حدیث متواتر المعنیٰ ہے یا آحاد؟ اگر متواتر المعنیٰ نہیں ہے — جیسا کہ آپ نے صرف چار باتوں کو تواتر سے ثابت باقی سب کو ظنی فرمایا ہے —

تو اس سے براہ کرم عقیدہ ثابت نہ کیجئے۔

دعویٰ نمبر (۳) معصوم عن الخطا ہونا۔ اس سلسلہ میں فتوحاتِ مکیہ سے بغیر الفاظِ حدیث نقل کئے اپنی طرف سے مفہوم بیان کیا ہے، آپ کے نزدیک فتوحاتِ مکیہ قرآن ہے، یا قرآن کی تفسیر ہے یا حدیث کی کوئی کتاب ہے؟

دعویٰ نمبر (۴) دافع ہلاکت امت ہونا۔ کے ثبوت میں ایک حدیث لکھی ہے مگر کسی کتاب کا حوالہ نہیں ہے۔

دعویٰ نمبر (۵) انکار کا کفر ہونا۔ کے ثبوت میں جو مقولہ لکھا ہے اور حوالہ میں ''مؤلف محمود حید رحیدری'' لکھا ہے یہ کونسی کتاب ہے، کس محدث نے لکھی ہے، آج تک کسی طالب علم کو معلوم ہے نہ کسی علامۂ زمانہ کو۔

علماءِ اہل سنت کی ایک جماعت کا حوالہ دیا ہے، یہ جماعت کون ہے؟ انہوں نے یہ باتیں کہاں لکھی ہیں؟

مہدی کے بعد بریکٹ میں (عج) لکھا گیا ہے، جو روافض کے عقیدہ کا اظہار ہے اور مہدیٔ منتظر کے جلد ظہور کی دعا ہے جو آپ کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ جلال الدین سیوطی کی کسی کتاب کا نام ''المعروف الوردی'' نہیں ہے، جس کو کتابوں کے عربی نام تک پڑھنے لکھنے نہ آتے ہوں وہ دوسروں کو کم علم، ناواقف جیسے القاب سے نوازتا رہے تو ڈوب مرنے کی بات ہے۔

دعویٰ نمبر (۶) ہم خلق رسول ہونا۔ کے ثبوت میں جو روایت ہے وہ البتہ آپ کی تسلیم کردہ چار باتوں میں سے ایک ہے، لیکن اس میں زمین کو عدل وانصاف سے بھر دینے کا بھی ذکر ہے، جو آپ کے نزدیک متواتر المعنیٰ چار باتوں میں داخل نہیں ہے۔

دعویٰ نمبر (۷) خاتم دین ہونا۔ کے ثبوت میں غیر متواتر حدیث نقل کی ہے، اس لئے عقائد میں بقول آپ کے ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

احادیث کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کی بحث سے صرف نظر آپ کا قائم کردہ اصول

''متواتر المعنیٰ صرف چار باتیں ہیں باقی سب آحاد اور ظنی الثبوت ہیں ان پر عقیدہ کا مدار نہیں رکھا جاسکتا'' کی روشنی میں آپ کے ساتوں دعوے عقیدہ بننے کی صلاحیت کھوچکے ہیں۔ خدا کرے کہ اب تو سمجھ میں آجائے۔

قولہٗ: ان ساری خصوصیات کا احادیث میں ذکر ہونے کے باوجود ان علماء نے مہدی علیہ السلام کو صرف ایک مرد صالح کا درجہ دینے پر اکتفا کیا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ولایت کے منصب کے منکر ہیں۔ پھر یہ ولایتِ محمدیہ کے کیسے قائل ہونگے؟ پھر تو ختمِ ولایت اور خاتمِ دین کی اصطلاحات ان کے لئے بے معنی ہونگی۔ (ص:۲۸)

اقول: جس درجہ کی روایات سے آپ نے ان سات باتوں کا اثبات کیا ہے ان میں سے آدھی حدیث کے علاوہ باقی سب آپ ہی کے مسلمہ اصول کے خلاف ظنی احادیث ہیں جن پر عقیدہ کی تعمیر نہیں ہوسکتی، یہ عجیب نرالی منطق ہے کہ ہم ان احادیث شریفہ کی روشنی میں جو محدثین کے ہاں معتبر ہیں مہدی کا تعارف پیش کریں تو یہ جواب دیا جائے کہ یہ آحاد ہیں اور آحاد پر عقیدہ کا مدار نہیں ہوسکتا اور آپ فتوحات، عقدالدرر، العرف الوردی، محمود حیدر حیدری اور ابونعیم حماد وغیرہ کہیں سے بھی اٹھا کر لائیں اور حکم صادر کردیں کہ ان حدیثوں کا انکار کفر ہے ؎

ناطقہ سر بگریباں ہے کہ اسے کیا کہئے!

(۲) ختم ولایت اور خاتم دین کی اصطلاحات پہلے ایسی روایات سے ثابت ہوجائیں جو ظنی نہیں ہیں، پھر یہ مسئلہ اٹھے گا کہ وہ بے معنی ہیں یا بامعنیٰ؟

قولہٗ: بندوں کو ہر چیز من جانب اللہ ہی عطا ہوتی ہے۔ (ص:۳۰)

اقول: تو پھر ایک نبوت ہی کیا بندوں کا ہر ہر دعویٰ قابل قبول ہونا چاہئے، مرزا غلام احمد کا بھی کہنا یہی ہے کہ مجھے سب کچھ اللہ ہی سے عطا ہوا ہے، چن بسویشور کا بھی خیال ہے کہ وہ مامور من اللہ ہے اور اللہ ہی کی عطاء سے قرآن کی تفسیر کرتا ہے، ان تک بندیوں سے آپ اصل مسئلہ سے قارئین کی توجہ تو ہٹا سکتے ہیں مگر اپنے مزعومات کو ثابت نہیں کرسکتے۔ کیونکہ کسی بھی عقیدہ کا ثبوت دلائل شرعیہ کا محتاج ہوتا ہے۔

قولہٗ: ولایت ایک مکمل اور ضروری منصب ہے اس کا حصول دوطرح سے ممکن ہے ایک تو کسبی ہے اور دوسرا وہبی۔ اور مہدیؑ کی ولایت اس لئے وہبی ہے کہ آپؑ کی بعثت کا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعد (300) سے زیادہ احادیث میں فرمایا ہے اور آپؑ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ خلیفہ خود نہیں بنتا بلکہ اس کا تقرر ہوتا ہے۔ (ص:۳۰)

اقول: مکمل اور ضروری منصب کا کیا مطلب ہے؟ اس کے حصول کے دوطریقے آپ نے بتلائے ہیں، اس کے بعد مہدی کی ولایت کے وہبی ہونے کی دلیل ''۳۰۰ حدیثوں میں ان کا ذکر آنا'' بتلایا ہے، جب کہ مہدی کا ولی یعنی خاص منصبی معنوں میں ولی ہونا آپ کی مسلمہ چار باتوں میں نہیں ہے جو تواتر سے ثابت ہوئی ہیں، لہٰذا یہ بھی ظنی مسئلہ ہے اور ظنی پر عقیدہ کا مدار نہیں رکھا جاسکتا۔ یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ آپ کی عبارتوں میں کوئی جملہ کسی جملہ سے متعلق نہیں ہوتا اور بات ضروری چل رہی ہے۔ آپ کی بے ربط عبارتوں کی ایک عمدہ مثال ذہن میں آرہی ہے مگر بات بدمزگی کی ہوجائیگی۔

قولہٗ: اب رہا انکارِ مہدی علیہ السلام کے کفر کا معاملہ تو اس سلسلہ میں حدیث پہلے گزر چکی ہے اس کی تخریج اہم کتابوں جیسے عقد الدرر، فوائد الاخبار وغیرہ میں ہوئی ہے۔ اس کے باوجود ایک عالم کا یہ کہنا کہ یہ عقیدہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم نبوت کے مغائر ہے یہ ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے مہدی کا انکار کفر ہونے کی کئی وجوہات ہیں، اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین سو سے زیادہ احادیث کا انکار ہوتا ہے پھر قرآن پاک میں اشارۃً جو ذکر مہدیؑ کا آیا ہے اس کا انکار ہوتا ہے۔ اور سب سے اہم بات ایک خلیفۃ اللہ کا انکار ہوتا ہے۔ مہدی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا انکار تو یقینا کفر ہے چونکہ یہ دونوں خلیفۃ اللہ ہیں لیکن ہم ان علماء کی معلومات کیلئے یہ بتادینا ضروری سمجھتے ہیں کہ دجال اور یاجوج ماجوج کا انکار بھی کفر ہوتا ہے یہ بات دین کے ادنا سے ادنا طالب علم کو بھی اچھی طرح معلوم ہے اور عام مسلمان بھی اس سے بخوبی واقف ہیں لیکن ان علماء کی توجہ اس چھوٹی سی بات کی طرف بھی نہیں گئی کہ مہدیؑ کا انکار، قرآنی آیات، احادیثِ شریفہ اور آثارِ قیامت کا انکار بھی ہے جو صرف اور صرف کفر ہی ہوتا ہے۔ مہدیؑ کی بعثت آثارِ قیامت میں آثار صغرہ کہلاتے ہیں مہدیؑ کے انکار کا کفر ہونا صرف ہم مہدویوں کا عقیدہ ہی نہیں بلکہ متقدمین علماء کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ مہدویہ کے سخت مخالف اور دشمن نے بھی لکھا ہے۔ (ص:۳۰،۳۱)

اقول: یہ کوئی بحث ہی نہیں ہے، انکارِ مہدی کو کسی نے ایمان نہیں کہا، ہم اس کو ضروریاتِ دین میں شامل سمجھتے ہیں اور محض ظہور کے حد تک انکار کو تواتر کے انکار کی وجہ سے کفر بھی سمجھتے ہیں، یہ مسئلہ ہم نے نہیں اٹھایا ہم نے ''میراں سید محمد جونپوری'' کی مہدیت کا کوئی انکار کرے تو اس کے کافر ہوجانے کا ثبوت طلب کیا ہے۔ آپ اس سے دامن بچا کر وقت خراب کررہے ہیں۔

علماء کی توجہ اس چھوٹی سی بات کی طرف چاہے نہ گئی ہو اس بڑی بات کی طرف ضرور گئی کہ مہدی مطلق کا انکار کفر ہونے کے حوالہ سے ''میراں صاحب'' کے انکار کا کفر ہونا کیسے ثابت ہوسکتا ہے؟ ہاں! اگر ان کے مہدیٔ موعود ہونے پر اجماعِ امت ہوجاتا تو الگ بات تھی، یہ بھی تو سوچئے! کہ اگر میراں صاحب ہی آپ کے نزدیک قطعی الثبوت مہدیٔ موعود ہیں تو مہدیٔ موعود کو معصوم عن الخطاء سمجھنا بھی تو کفر ہی ہے، اسلئے کہ کسی معتبر حدیث میں ان کا معصوم ہونا اور ہمسر رسول ہونا ثابت نہیں، یقفو اثری و لا یخطی والی روایت نہ قطعی الثبوت ہے نہ ہی اس کا یہ قطعی مفہوم ہوسکتا ہے، جبکہ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کا متفق علیہ اعتقاد یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ نہ کوئی معصوم ہے اور نہ ہی کوئی بڑی سے بڑی شخصیت ان کی ہمسر ہوسکتی ہے۔

قولہٗ: شیخ علی متقی نے لکھا ہے منکرِ مہدی واجب القتل ہے۔ (ص:۳۱)

اقول: خود شیخ علی متقی نے اس فتوے کے باوجود میراں صاحب کو مہدی نہیں مانا ہے، بلکہ اس عقیدہ کے رد میں مستقل کتاب لکھی ہے، جس میں مہدی آخر الزماں سے میراں صاحب کی کوئی نسبت نہ ہونے کو ثابت کیا ہے، شیخ ہی کا ایک جملہ لیکر آپ فتویٰ جاری کررہے ہیں۔ کیا عجیب بات ہے۔

قولہٗ: یہ فتویٰ ۹۵۵ھ میں صادر ہوا ہے۔ (ص:۳۱)

اقول: ۱) اسی فتوے میں علماء حرمین شریفین کا یہ فیصلہ بھی درج ہے کہ حکومتِ اسلامیہ کو چاہیے کہ مہدویہ کو اسی بدعقیدگی کی وجہ سے قتل کردے۔ غالباً آپ نے پورا فتویٰ نہیں دیکھا ہوگا۔

۲) چاروں مذہب کے علماء نے منکرِ مہدی کی تکفیر کی ہے اورانہیں مباح الدم کہا ہے تو وہ آپ کے کام کا جب تھا جبکہ وہ میراں صاحب کو مہدی قرار دے کران کے انکار کرنے والے کو کافر کہتے، اس لئے اس فتوے کے حوالہ کی ہمیں چنداں ضرورت نہیں ہے نہ وہ آپ کے حق میں مفید ہے۔

قولہٗ: دین کامل و مکمل ہے اور (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دعوت ہر زمانے کیلئے کافی وشافی ہے اس کے بعد نا کسی کا دعویٰ نبوت، نبوت کہلاتا ہے اور نا کسی کی اطاعت مطلقہ کا مقام پاسکتی ہے" پتہ نہیں موصوف یہ سطور لکھتے وقت کس حالت میں تھے، حالتِ سکر میں تھے یا کسی اور حالت میں، وہ یہ کتاب مطالعہ مہدویہ کے نام سے لکھ رہے ہیں اور اس میں نبوت کے دعویٰ کا ذکر کر رہے ہیں مہدی موعود علیہ السلام کے سوانح میں آپ کے تین دعووں کا ذکر ہے کیا ان میں کہیں آپؑ نے خود کے نبی ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے؟ (ص:۳۲)

اقول: انہوں نے نہیں فرمایا آپ لوگوں نے ان کو مثیلِ نبی ہمسرِ نبی کہہ کر مفترض الطاعۃ قرار دیا ہے، ہم نے ایک بنیادی عقیدہ لکھ دیا ہے جس میں مدعیان نبوت کی طرف بھی اشارہ کر دیا اور مدعیان ہمسری و برابری کی طرف بھی۔ العاقل تکفیہ الاشارۃ۔

قولہٗ: یہ ایک طرح کا کتمان حق ہے کہ بعض لوگوں کے مان لینے کا ذکر کیا ہے مہدی علیہ السلام کی زندگی میں جو پورے بلاد اسلام جیسے ہندوستان، عرب، ایران، افغانستان میں مہدویت کا جو چرچا تھا اور اس تحریک زیر اثر وہ حضرات جنہوں نے مہدویت قبول نہیں کی تھی نے بھی اپنے طریقوں کو بدل کر اسلامی راستے پر آنے کیلئے مجبور ہوگئے تھے اس ذکر سے غیر مہدوی مصنّفین کی کتابیں بھری پڑی ہیں، آج بھی لاکھوں کروڑوں انسان مہدویت پر قائم ہیں اور دنیا کے اکثر مقامات میں مقیم ہیں۔ (ص:۳۲)

اقول: کتمانِ حق تو آپ نے کیا کہ میری عبارت کو اپنے مفہوم کے سانچے میں ڈھال دیا، میری عبارت پھر پڑھ لیجئے۔ اس میں، میں نے مہدویوں کی تعداد نہیں بتلائی ہے، بلکہ اس کے آغاز کی صورتحال بتلائی ہے کہ "ان کے دعویٰ اور ان کے زمانہ کے بعض لوگوں کی تصدیق پر اس کی بنیاد قائم ہے" اور ظاہر ہے کہ ان کے زمانے میں جن لوگوں نے ان کے دعوئے مہدیت کو قبول کیا ہے وہ بمقابلہ بقیہ مسلمانوں کے اقل قلیل اور بعض ہی ہیں۔ اس لیے کہ اس زمانہ کے بہت سے لوگ انہیں ایک عالم دین اور شیخ طریقت کی حیثیت سے

ماننے کے باوجود مہدی ماننے کے لیے تیار نہ تھے، تفصیل کیلئے دیکھئے وہ حوالے جوخود آپ نے اغیار کے ذکر فرمائے ہیں۔

قولہٗ: آج بھی لاکھوں کروڑوں انسان مہدویت پر قائم نہیں (ص:۳۲)

اقول: لاکھوں تو خیر ٹھیک ہے کروڑوں خوش فہمی کے علاوہ کچھ نہیں، آج بھی عامۂ مسلمین کے مقابلہ میں اس عقیدہ کے حاملین اقل قلیل ہی کہلائیں گے، اگر موازنہ کی ضرورت ہے تو۔

قولہٗ: یہ ساری باتیں مصنف کتاب مطالعہ مہدویت عوام الناس سے چھپائے رکھنا چاہتے ہیں وہ صرف مہدویوں کی ایسی غلطیوں کی بات کرتے ہیں جو ان کی دانست میں اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں وہ بھی چھٹی ساتویں پشت کے حوالہ سے۔ (ص:۳۳)

اقول: (۱) میں نے تو سب کچھ آپ ہی کی کتاب مستطاب سے پیش کر دیا ہے، البتہ آپ نے ان تاریخی عبارتوں کو نقل کرنے میں جس خیانت کا ارتکاب کیا ہے وہ ضمیمہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) چھٹی ساتویں پشت کی کتاب کہہ کر آپ اسے غیر معتبر کتاب کہنا چاہتے ہیں تو صاف کہہ دیں میں اس کا اعلان کر دوں گا اور اپنی کتاب واپس لے لوں گا اور اگر معتبر ہے تو کسی پشت سے پیدا ہوئی ہو پشت تو مہدویت ہی کی ہے۔ اور آپ کی معلومات کے لئے عرض کئے دیتا ہوں کہ جناب عابد خوندمیری صاحب نے اپنے ترجمۂ قرآن ''نورِ ایمان'' میں تک شواہد الولایت کے حوالے دیئے ہیں، اس سے بڑھ کر کیا اعتبار چاہیے کہ تفسیرِ قرآن کے لئے اس کتاب کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔

(۳) آنجناب نے سمجھا ہی نہیں کہ میں نے کیا کہنا چاہا۔ میں نے صرف یہ کہنا چاہا ہے کہ میراں صاحب کے حالات آپ نے اپنی کتابوں میں جن دیومالائی طریقوں سے پیش کی ہیں مؤرخین نے اس طرح پیش نہیں کیں، آپ ہر حال اور واقعہ کو قرآن کریم کے مدلول اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ذاتاً وصفاتاً تساوی کی شکل میں لکھتے ہیں۔ اس کے خلاف مورخین نے امت کے اندر خال خال پیدا ہونے والی عظیم شخصیتوں میں سے ایک اہم شخصیت کی حیثیت

سے پیش کیا ہے، کسی کے کمالات اور حالات رفیعہ کے تسلیم کرنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ بس اس میں وہ اکیلا ہے اور تاریخ اسلام اب اس کی کوئی نظیر نہیں پیش کرسکتی، یا یہ کہ ایسا باکمال آدمی خلاف کتاب وسنت کوئی دعویٰ کردے تو اسے بھی تسلیم کرلیا جانا چاہیے۔

قولہٗ: اس تحریک کے زیر اثر وہ حضرات جنہوں نے مہدویت قبول نہیں کی تھی نے بھی اپنے طریقوں کو بدل کر اسلامی راستہ پر آنے کے لیے مجبور ہوگئے تھے۔ (ص:۳۲)

اقول: اس کا مطلب یہ ہے کہ میراں صاحب کے دعوے کے وقت جتنے لوگ تھے وہ مسلمان نہیں تھے اور اسلامی راستہ میراں صاحب ہی نے بتلایا۔

قولہٗ: ہم مصنف کتاب مطالعہ مہدویت اور ان علماء کو جو اس کتاب کی تائید میں اپنی تحریرات دی ہیں یہ بتلا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ آنحضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کے ثبوت کے طور پر کتب سماوی کی بیان کردہ علامات سے زیادہ علماءِ سلف نے آپ کے اخلاق حمیدہ کو ثبوت کے طور پر استعمال کیا ہے وہ بھی ایسے بیانات کو جو مسلمانوں کے ذریعہ سے ہم تک پہنچے ہیں۔ ہمارا یہ یقین کامل واکمل ہے کہ یہ بیانات برحق اور سچے ہیں لیکن ایک غیر جانبدار، غیر مسلم کے سامنے جب یہ بیانات جائیں گے تو وہ ضرور ان کی تصدیق چاہے گا۔ اس وقت چاہِ دنیا کے بھوکے علماء کیا جواب دے سکیں گے؟ (ص:۳۳،۳۴)

اقول: ان سطروں کے ذریعہ آپ کیا فرمانا چاہتے ہیں اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم اس قدر سمجھ سکے ہیں کہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمانی کتابوں میں نازل شدہ علامات سے زیادہ آپ کے اخلاق سے پہچانا جاتا ہے۔ اس لئے میراں صاحب کے مہدی مامور ومعصوم ہونے کے ثبوت کیلئے احادیث کے بیانات کے بجائے ان کے عالی اخلاق کو —— جنہیں اپنے تو اپنے پرائے بھی تسلیم کرتے ہیں —— کافی سمجھنا چاہیے، اگر یہی بات ہے تو کیا غوث اعظم، بایزید بسطامی، جنید بغدادی، حسن بصری، نظام الدین اولیاء، معین الدین اجمیری، مجدد الف ثانی، ابن تیمیہ، صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہم جیسی عظیم انقلابی شخصیتیں —— جن کے کمالات کے تذکروں سے کتابیں ہی نہیں لائبریریاں بھری پڑی ہیں —— کیوں معصوم اور خاتم ولایت نہیں ہوسکتے، اور خواجہ گلبرگہ کے اخلاق کونسے اتنے خراب تھے کہ مرنے کے بعد بھی انہیں میراں صاحب کے آگے اپنے دعوے مہدویت پر شرمسار وعذر گذار ہونا پڑا تھا؟

غیر مسلمین تو آج بھی آپؐ کے اخلاق ہی کی تعریف کرتے ہیں، نبوت کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے تو پھر صداقت کی تصدیق چاہنے کا کیا مطلب؟

چاہ دنیا کے معنیٰ ''دنیا کا کنواں'' ہے، کنویں کے پیاسے کہا جاتا ہے، بھوکے نہیں کہا جاتا، پھر دنیا کو چاہ سے تعبیر بھی نہیں کیا جاتا۔ ابوالکلام آزاد کی لَے میں لَے مِلانے کی چکر میں پوری کتاب سے اردو ادب کا جنازہ اٹھ گیا ہے۔

قولہٗ: اس سلسلہ میں ہم یہ بتلادینا چاہتے ہیں کہ موصوف نے نہ تو کسی حدیث کا ذکر کیا ہے اور نہ ہی کسی علامت کا ذکر کیا ہے بلکہ بہ زعم خود لکھدیا ہے کہ وہ علامات بہ تکلف مہدیؑ (حضرت سید محمد جونپوری) پرفٹ کردیا ہے۔ خودسری اور اس طرح بے دلیل بات کرنا انکا وطیرہ ہے۔ (ص: ۳۴)

اقول: جناب عالی! یہ تو مہدویت کا ''حاصل مطالعہ'' تھا، آگے کتاب میں آپ کے اقتباسات اس دعوے کا ثبوت ہیں۔ ملاحظہ کرلیجئے۔

قولہٗ: مشکل یہ ہے کہ احادیث میں جہاں کہیں ''امام'' یا ''امیر'' کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اُن سے مہدیؑ مراد لے لیا گیا حدیث کے سیاق وسباق پر غور کرنے کی کوشش ہوئی اور نہ ہی اس کے محل وقوع کا خیال رکھا گیا بعض حضرات نے امیر یا امام کے ساتھ قوسین میں (مہدی) لکھدیا اور بعض نے اس کی بھی ضرورت نہ سمجھی بلکہ صرف (مہدی) لکھدیا اس طرح یہ غلط عقیدہ تشکیل پایا اور غلط العوام بن گیا۔ (ص: ۳۴)

اقول: مشکل تو آپ کو ہوتی ہے جبکہ حدیثیں آپ کے منشاء اور دعوے کو پورا نہیں کرتیں۔ ہمارے لیے کوئی مشکل نہیں سیاق وسباق اور محل وقوع پر غور کرنے ہی سے امیر، امام، رجل، مہدی کے نام سے بیان کردہ احادیث کے مجموعہ نے ظہور مہدی کی اہمیت بتائی ہے، ورنہ آپ کی تسلیم کردہ وہ چار باتیں بھی معرض شکوک وشبہات میں پڑ جائیں گی۔

قولہٗ: (چار باتوں کو متواتر المعنیٰ قرار دیکر باقی تمام حدیثوں کے متعلق فرماتے ہیں) اس کے علاوہ جتنی علامات ہیں، وہ احاد اور ظنی ہیں جو عقیدہ کی تشکیل کیلئے کام کی نہیں ہیں اگر ان احادیث کی پیشگوئیوں کے مطابق ظہور ہو تو وہ صحیح اور قطعی ہوں گی ورنہ نہیں اس بنیاد پر اگر کوئی غیر جانب دارانہ انداز میں ہمارے طرز عمل پر نظر ڈالے گا تو اس کو یہ معلوم ہوگا کہ ہم لوگ احادیث کے علاوہ کو اخلاق کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور یہی اصول علماءِ متقدمین نے حضرت

رسول پاک ﷺ کے ثبوت میں اپنایا ہے اور اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ یہ طریقہ غلط ہے تو ایسا سمجھنے والا رسول مقبول ﷺ کی بعثت کا بھی منکر ہوجائے گا کیوں کہ بالکل یہی انداز رسول مقبول ﷺ کی رسالت کے ثبوت میں اپنایا گیا ہے۔ (ص:۳۵)

اقول: گویا آپ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جو احادیث میراں صاحب پر صادق آئیں گی وہ قطعی اور صحیح ہوں گی اور جو نہیں آئیں گی وہ ظنی اور غیر قطعی ہوں گی، یعنی حدیثوں کی روشنی میں مہدی کی معرفت حاصل نہیں ہوتی مہدی کے احوال سے احادیث پر صحت وضعف کا حکم لگایا جاتا ہے۔ یاد دلادوں کہ پیچھے کسی موقعہ پر مولانا علی میاںؒ کی یہی گرفت آپ کو سخت ناگوار گذری تھی، یہاں آکر آپ نے خود بھی اس کا اقرار کرلیا۔

قولہٗ: ان کا کام تھا کہ جس بات کو وہ ایمانیات میں اضافہ سمجھ رہے ہیں اس کا اظہار کردیتے تاکہ ہم اپنی طرف سے اس کی تصدیق یا تردید کرتے یا اس کی تشریح کرتے لیکن موصوف نے نامعلوم کس قسم کا علم حاصل کیا ہے کہ بات تو کہہ دیتے ہیں لیکن بات کی وجہ نہیں بتاتے۔ ہم اس بات کی پرزور تردید کرتے ہیں۔ (ص:۳۶،۳۷)

اقول: اتنی جلدی نہ فرمایئے، آگے ایک نہیں بیسیوں باتیں آرہی ہیں جنہیں آپ نے عقائد میں شمار کیا ہے اور اہل اسلام کی عقائد کی کتب میں ان کا ذکر نہیں ہے، مثلاً یہی کہ (۱) میراں صاحب اور ان کے لیے ظنی اور احاد حدیثوں بلکہ موضوع روایتوں سے ثابت کردہ آپ کے عقائد کو تسلیم یا تصدیق نہ کرنے والے کا کافر ہونا۔ (۲) میراں صاحب کے ان مہاجرین کا جو ان کی اجازت کے بغیر گھروں کو واپس ہوگئے تھے کا منافق ہونا۔ (۳) میراں صاحب کا کوئی بات اللہ تعالیٰ کے فرمان یا فرشتہ کے الہام کے بغیر نہ کرنا۔ (۴) میراں صاحب کا اُن معانی قرآن کے بیان کیلئے مامور ہونا جو زمانۂ صحابہؓ میں سنے بھی نہیں گئے تھے وغیرہ وغیرہ بے شمار! البتہ دل کے بہلانے کو یہ خیال اچھا ہے کہ ''بغیر کسی ثبوت کے الزام جڑ دیتے ہیں اور کس بات پر اعتراض ہے اس کا ذکر نہیں کرتے''۔

قولہٗ: اس سلسلہ میں ایسا معلوم پڑتا ہے کہ قوی صاحب ولایت اور امامت کے قائل ہی نہیں ہیں۔ (ص:۳۷)

اقول: جی! ضرور قائل ہیں۔ مگر مہدویوں کی مزعومہ ولایت اور روافض کی مفروضہ

امامت کے قائل ہرگز نہیں، اسلئے کہ کتاب وسنت سے ثابت نہیں۔ ہاں! اللہ تعالیٰ کے بعض بندوں کا اپنے اپنے اعمال اور تعلق مع اللہ کے مطابق مرتبہ ولایت پر فائز ہونا، اوران کا اپنے مرتبہ میں عام صالحین سے بڑھ کر ہونا تسلیم ہے، امام بھی او نچے درجہ کے عالموں کے معنیٰ میں یا حاکمِ اسلام یا نمازیوں کے ضامن کے معنیٰ میں تسلیم ہے، خاتم ولایت بھی اگر اس معنیٰ میں ہو کہ دنیا کا سب سے آخری ولی ہے اور اسکے بعد قیامت تک اس پایہ کا ولی نہیں ہوگا تو تسلیم ہے، اسلئے کہ دسویں صدی میں ولایت ختم ہونے کی کوئی خبر رسول اللہ نے نہیں دی ہے۔

قولہٗ: یہ بات کہ نبوت کا سلسلہ بند ہونے کے بعد ولایت کا سلسلہ جاری رہے گا اور اس کی تکمیل حضرت مہدی علیہ السلام پر ہوگی ہر مسلمان جو ولایتِ محمدی پر یقین رکھتا ہے اس کا عقیدہ ہے مگر قوی صاحب اور ان کے مددگار تو ولایت کے قائل ہی نہیں تو پھر ان کو کس طرح سمجھایا جائے کہ ولایت کیا ہے۔ نبوت کیا ہے۔ (ص:۳۷)

اقول: ہم ولایت کے قائل ہیں یا نہیں اسکا جواب اوپر مذکور ہو چکا ہے، البتہ ولایتِ محمدی کا میراں صاحب تک پہونچنے کے بعد انہی پر ختم ہو جانا یہ ہمیں تسلیم نہیں ہے؛ کیونکہ آپ ﷺ الی یوم القیامۃ نبی ہیں، آپ کی نبوت وولایت بلا انقطاع قیامت تک جاری وساری رہے گی اور اگر ختم ہو جائیگی تو پھر اس وقت یہ دنیا بھی نہ رہے گی۔

قولہٗ: ہم منصف کتاب سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کے انہوں نے کس بنا پر یہ سمجھ لیا ہے کہ مہدی علیہ السلام کو صرف ہادی وداعی یا ایک خدا رسیدہ بزرگ مان لینا کافی ہے اس سے زیادہ سمجھنا گناہ یا کفر ہے؟ ہم اس سے پہلے احادیث کا ذکر کر چکے ہیں جن میں مہدی علیہ السلام کو خلیفۃ اللہ، مامور من اللہ، معصوم عن الخطاء، مہدی کے ہاتھ پر بیعت ضروری مہدی علیہ السلام رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم خلق اور دافع ہلاکت امت وغیرہ بتلایا گیا ہے یہ ساری احادیث اور کچھ اور احادیث آپ کتاب کے ضمیمہ (۲) میں دیکھ سکتے ہیں اب آپ یہ بتلایئے کہ آپ ان ساری احادیث کا انکار کرتے ہیں اور اس انکار کی وجہ کیا ہے اس کے ساتھ آپ کو یہ بھی بتلانا ہوگا کہ آپ کس بنیاد پر مہدی علیہ السلام کو صرف ایک ہادی، داعی یا ایک خدا رسیدہ بزرگ مانتے ہیں آیا یہ عقیدہ احادیث کی بنیاد یا قرآن شریف کی نص کی بنا پر قائم کیا گیا ہے یا یہ آپ کے ذہن کی پیداوار ہے جو دین میں نئی چیز کے مترادف ہے آپ نے کسی حوالہ کے بغیر

اتنی بڑی بات کہہ دی اور رسول مقبول ﷺ کی کئی احادیث کو بیک قلم رد کر دیا یہ جرأت تو یہود و نصاریٰ بھی نہ کر سکے، کیا رسول مقبول ﷺ سے محبت کا یہی طریقہ ہے کہ آپ علیہ السلام کی احادیث کو بلا کسی دلیل کے رد کر دیا جائے؟۔ (ص:۳۶)

اقول: اُفّوہ! ذرا رحم کیجئے! یہ سوالات کی بوچھاڑ کس بھرّے پر؟

● صرف اپنے عقیدے پر فخر کافی نہیں اگر اسی کو ''اسلام'' کہنا ہے تو ثبوت بھی پیش کرنا چاہئے، یا اگر کوئی مستقل مذہب ہے تو اسکا نام بتا کر پھر چاہے جتنا فخر کر لیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔

● ہم نے اس عبارت میں ''مہدی'' کے بارے میں اشکال نہیں کیا ہے۔ ''میراں صاحب'' - کے بارے میں کیا ہے، اس لئے مہدی کی گستاخی کا حوالہ دے کر مرعوب کرنے کی کوشش مت کیجئے۔

● آپ میراں صاحب اور المہدی کو مترادف المعنیٰ سمجھتے ہوں گے، مگر آپ کا یہ سمجھنا اس وقت صحیح ہے جبکہ اس کا ثبوت دلیل قطعی سے ہو، احادیثِ آحاد سے نہ ہو، جو کہ آپ کے نزدیک چنداں معتبر نہیں ہیں اور ان پر عقیدہ کا مدار نہیں رکھا جا سکتا، ممکن ہے کہ آپ اپنے مسلمہ چار باتوں سے موافقت کا حوالہ دیں، مگر وہ استدلال ناقص ہے، اسلئے کہ نام کی یکسانیت والے بہت بندے مل جائیں گے، کیا وہ سب دعویٰ نہیں کر سکتے؟ بہت سوں نے کیا بھی ہے مگر وہ آپ کو بھی تسلیم نہیں ہے۔ دوسرے ان چار میں چوتھی بات یہ ہے کہ جب ''اللہ چاہے گا تو مبعوث کرے گا''......تو اللہ تعالیٰ نے دسویں صدی ہی میں چاہا آپ کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

● جن احادیث کا آپ نے حوالہ دیا ہے یا ضمیمہ میں جمع کیا ہے ان میں آپ کے مسلمہ چار کے علاوہ سب آحاد بلکہ ضعیف، بعض تو موضوع ہیں جبکہ آپ کے بقول صحیح الروایۃ آحاد سے بھی صرف ظن کا فائدہ ہوتا ہے تو ان سے ادنیٰ درجہ کی روایات سے یقین کا فائدہ کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟

● ان ساری احادیث کے علاوہ ان سے اعلیٰ مرتبہ کی احادیث ہم نے پیش کی ہیں، جب ان کو نہ قبول کر کے بلکہ انکار کر کے آپ کافر نہیں ہوئے تو ہم کیسے ہو جائیں گے؟

● خود مہدی موعود فی الاحادیث کے لیے بھی اہلِ اسلام معصوم عن الخطاء، مفترض الطاعۃ اور فرائض نبوت کے علاوہ فرائض دور ولایت کے حوالہ سے ایسے احکام لانے والا جو دورِ صحابہؓ میں نہیں سنے گئے تھے کا کوئی عقیدہ نہیں رکھتے۔ اگر رکھتے ہیں تو آپ جمہور علماءِ اسلام کی معتبر و متداول کتب سے حوالہ پیش فرمائیں۔

قولہٗ: اس تاثر میں ایک عجیب بات بتلائی گئی ہے کہ ’’شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کا قول عقائد کے معاملہ میں کوئی وزن نہیں رکھتا‘‘ مگر موصوف کی رائے میں خود ان کا قول بلا کسی دلیل کے بہت وزن رکھتا ہے!! کیوں کہ کتاب کے شروع سے اب تک نہ کسی آیتِ شریفہ سے ہم پر کوئی اعتراض ہوا ہے اور نہ کسی حدیث کے ذریعہ ہی، حد یہ کہ اولیاء فقہاء اور اماما ن حدیث وتفسیر کا کوئی حوالہ بھی نہیں دیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اُن کے نزدیک ان کے خود کہہ دینے کے بعد کسی اور ثبوت و دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ (ص:۴۹)

اقول: بات عقائد اسلام سے عقائد مہدویہ کے اختلاف کی چل رہی ہے، اہل سنت والجماعت کا موقف سب سے مضبوط معتدل اور اوقف بالکتاب والسنۃ ہے، اہل سنت کے کتب عقائد معروف و متداول ہیں، مجھے کیا معلوم تھا کہ مرشدین قوم کو اسلام کے بنیادی عقائد بھی نہیں معلوم ہوں گے، یہ کتابیں میراں صاحب کے دعویٰ بلکہ ان کی پیدائش سے بھی قبل لکھی گئی ہیں اور اہل سنت والجماعت سے مراد وہ علماء وائمہ کبار ہوتے ہیں جنہوں نے خیر القرون ہی میں کتاب وسنت کی روشنی میں عقائد کی تشریح فرمادی ہے، آپ متقدمین فقہاء، اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں مگر وہ کون ہیں؟ انہوں نے یہ باتیں کہاں لکھی ہیں؟ اس کا ذکر نہیں کرتے۔ ابن عربی، راجو قتال کو اکابر کے نام سے ظاہر کرتے ہیں وہ فن تصوف میں اکابر کہلائے جاتے ہوں گے مگر عقیدہ کی بحث میں اکابر سے مراد علم کلام کے اکابر ہوتے ہیں، ان کے حوالہ کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ صوفیاء کرام کے حوالہ کی، ہاں! سلوک وتصوف میں آپ ان کا نام لیں تو بجا ہے۔

قولہٗ: فصوص اور فتوحات مکیہ کے تعلق سے مجدد الف ثانیؒ کے یہ قول کا حوالہ دیا ہے کہ فتوحاتِ مدینہ نے فتوحاتِ مکیہ سے اور نصوص نے فصوص سے بے نیاز کر دیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ قول قول فیصل ہے تعجب ہے فصوص فتوحات قدیم ہیں یا احادیث اور قرآنِ پاک؟ کیونکہ ضابطہ یہ ہے کہ نئی چیز پرانی چیزوں کے ساتھ استعمال سے انسان کو بے نیاز کر دیتی ہے جیسے موٹر کی ایجاد نے بیل گاڑی اور گھوڑا گاڑی سے انسان کو بے نیاز کر دیا تو کیا ہم یہ سمجھیں کہ قرآن پاک اور حدیث سے قبل (نعوذ باللہ) مجدد، جو مجدد الفِ ثانی کہلاتے ہیں فصوص اور فتوحات سے استفادہ کرتے تھے لیکن جب احادیث اور قرآن پاک انکو مل گئے تو پھر وہ فتوحات اور فصوص سے بے نیاز ہو گئے۔ (ص:۴۹،۵۰)

اقول: مقولہ مشہور ہے کہ ''یک من علم را دہ من عقل باید'' جناب عالی! یہ کونسا قاعدہ کلیہ ہے کہ جدید چیز ہی قدیم سے بے نیاز کرتی ہے، کیا اعلیٰ چیز ادنیٰ سے بے نیاز نہیں کر سکتی؟ اصلی دوائیں نقلی پرفریب دواؤں سے بے نیاز نہیں کرتیں؟ حلال بیوی کی موجودگی بے حیا رقاصاؤں سے بے نیاز نہیں کرتی؟ لذیذ اطعمہ سڑک چھاپ اشیاء سے بے نیاز نہیں کرتے؟ خود کفیلی دوسروں کی مدد سے بے نیاز نہیں کرتی؟ اسی طرح مجدد صاحبؒ کے سامنے فتوحات مدنیہ یعنی احادیث مبارکہ اور نصوص الکتاب یعنی قرآن مجید کی آیات بھی تھیں، ابن عربی کی فتوحاتِ مکیہ اور فصوص الحکم جیسی مکاشفات ومنامات شخصیہ پر مبنی کتابیں بھی تھیں، انہوں نے شیخ اکبر کی تشریحات کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھا اس میں موجود بہت سی باتیں موافق کتاب وسنت نہ تھیں انہیں ان کی غیرتِ ایمانی نے ترک کر دیا، اور انہوں نے بجا فرمایا کہ کتاب وسنت نے ہمیں ان کتابوں سے بے نیاز کر دیا۔ البتہ جو لوگ احادیثِ نبویہ کو بھی اپنے امام کے ''احوال'' پر پرکھتے ہوں ان کے نزدیک کتاب وسنت کی اولیت واقدمیت کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے؟

قولہٗ: اس مختصر سے خاکہ کو پڑھ کر اس ناچیز کا تاثر یہ ہے کہ موصوف نے نہ صرف جھوٹ بولنے کا عہد کیا ہوا ہے بلکہ لوگوں کو گمراہ کرنے کی بہت بڑی سازش بھی کی ہے انہوں نے اب تک کی تحریرات، جن کے جوابات دیے گئے ہیں میں نہ کسی آیت شریف کا حوالہ دیا ہے نہ کسی حدیث شریف کا اور نہ مہدویوں کی کوئی ایسی خرابی ثبوت کے ساتھ پیش کی ہے جس کے وہ

بار بار دعوے کرتے آ رہے ہیں اسلئے یہ ایک ایسی سازش ہے جو بہت سوچ سمجھ کر تیار کی گئی ہے اور اس پر بڑے اطمینان سے عمل بھی کیا جارہا ہے۔ آپ کے ہاتھ میں کحل الجواہر جیسی مدلل کتاب ہوتے ہوئے بھی بار بار یہ کہنا کہ مہدوی کوئی بات دلیل کے ساتھ نہیں کرتے۔ مگر خود کوئی دلیل یا مثال تک نہ پیش کرنا کیا معنیٰ رکھتا ہے؟ (ص:۵۰)

اقول: میں نے یہ خاکہ اپنے تاثرات کا لکھا تھا جو اصل کتاب میں کتب مہدویہ کے اقتباسات کو پڑھ کر ہوئے تھے، اور یہی ہر مطالعہ کرنے والے کے بھی ہوں گے۔ بشرطیکہ اس کو اکابر اہل اسلام کی معتبر تفاسیر، شروحات حدیث اور کتب عقائد کا کچھ علم ہو۔ اور جو شخص بجائے تقابلی مطالعہ کے محض تعصب وخوش فہمی کی بنیاد پر وہی ''مرغے کی ایک ٹانگ کا راگ'' الاپنا چاہتا ہو وہ کیسے ان سنگین غلطیوں کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہو سکتا ہے؟

اگر آپ اسلام میں ''المہدی'' کے ظہور کی حقیقت کو تعصب مذہبی کا چشمہ اُتار کر میراں صاحب کے ظہور سے قبل کے محدثین ومتکلمین کی تحقیقات کی روشنی میں دیکھیں گے اور صرف ہم جیسوں سے بازی لیے جانے کی کوشش پر اکتفانہ کریں گے تب آپ کو سمجھ میں آئے گا کہ ''المہدی'' کی حقیقت کیا ہے اور آپ لوگوں نے کیا سمجھ رکھا ہے۔

قولہٗ: شوہد الولایت کے تعرف میں غلطیاں ''کچھ شواہد الولایت کے بارے میں'' کے عنوان کے تحت موصوف نے لکھا ہے صدیق ولایت حضرت بندگیمیاں کے پڑپوتے سید برہان نے یہ کتاب لکھی ہے، شواہد الولایت کے صفحہ (۴) پر حضرت برہان الدین نے اپنا سلسلہ نسب اس طرح لکھا ہے (۱) سید برہان الدین بن (۲) سید خدا بخش ابن (۳) سید یحییٰ الدین ابن (۴) سید شہاب الدینؒ ابن (۵) حضرت بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایتؒ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت سید برہان الدینؒ بندگیمیاں کے پڑپوتے نہیں بلکہ انکے پوتے حضرت سید یحییٰ کے پوتے ہیں۔ اس طرح کتاب کے تعرف کا پہلا قدم ہی غلط پڑ گیا۔ حضرت سید برہان الدینؒ حضرت بندگیمیاں کی پانچویں پشت پر ہیں اور اس طرح آپ حضرت سید محمد جونپوری مہدیؑ کی چھٹی پشت کے مقام پر ہیں۔ (ص:۵۱)

اقول: (۱) یہ بھی کوئی غلطی ہے؟ بیٹا، پوتا، پڑپوتا عموماً مستعمل ہے عوامی زبان میں سگڑھ گھگھرڑ وغیرہ بھی چلتا ہے لیکن علمی زبان میں اسطرح مستعمل نہیں ہے، منشاء صرف کسی کی

نسل میں ہونے اور معتبر ہونے کو ظاہر کرنا ہے، اور چلو پڑ پوتا کہنے کو غلط ''پوتے کے پوتے'' کہنے ہی کو صحیح مان لیا جائے تب بھی اس سے ''شواہد الولایت'' کے تعارف میں کیا غلطی ہوگئی؟ اور اس کتاب کی حجیت وواقعیت پر کیا اثر پڑ گیا؟

(۲) تعارف میں پہلا قدم'' کیا جملہ ہے؟ پہلی بات فرماتے تو زیادہ بہتر تھا، اسی طرح ''پشت'' اوپر کے سلسلہ میں مستعمل ہوتا ہے پوترے کو دادا کی پشت کہنا صحیح نہیں، پانچویں پشت کے بجائے پانچویں نسل یا اولاد فرماتے نیز انہیں سید محمد جونپوری کی چھٹی پشت (نسل) کہنا بھی غلط ہے اس لیے کہ میراں صاحب سید خوندمیر کے خسر تھے، خسر پشت نہیں کہلاتا باپ پشت ہوتا ہے۔

> **قولہٗ:** یہ تعجب کی بات ہے کہ قوی صاحب کے پاس مہدی کے تابعی کی کتاب انصاف نامہ ہوتے ہوئے انہوں نے چھٹی پشت کی کتاب کو ترجیح دی اور اعتراضات کی جھڑی لگادی لیکن پھر بھی کوئی واضح ثبوت پیش نہیں کیا خیر قارئین سے گذارش ہے کہ وہ اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ موصوف نے اپنی دانست میں سہولت کے لحاظ سے قدیم کتاب کو چھوڑ کر بعد کی کتاب کا انتخاب کیا ہے، اس سے ان کی نیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ تحقیق کے لئے نہیں بلکہ اعتراضات اور عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کے علاوہ کچھ نہیں۔ انشاءاللہ ہم قارئین کو بتلادیں گے کہ اس کتاب میں بھی کوئی ایسی بات نہیں جو تنے بے جا اعتراضات کا مقام ہو۔ (ص:۵۱)

اقول: (۱) سوال یہ ہے کہ کتاب ''معتبر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو وہ چاہے چھٹی پشت کی ہو یا دسویں کی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اور اگر غلط ہے تو بتلادیجئے کہ یہ کتاب معتبر نہیں ہے، اور اسی کے ساتھ زمستان پور کے دائرہ والوں پر مقدمہ دائر کردیجئے کہ انہوں نے غیر معتبر ہونے کے باوجود اس کتاب کو خلف کے لیے سلف کی تعلیمات کا معتبر ماخذ قرار دیکر لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ آپ اصل موضوع سے بچنے کے لیے بس نوک پلک درست کرنے میں مشغول ہیں۔ کچھ موضوع سے متعلق گفتگو شروع کیجئے آخر میں نے آپ کے ساتھ کیا جھوٹ وفریب اور مکر ودغا کیا ہے۔ ابھی تک صرف وعدے ہی چل رہے ہیں کہ ہم قارئین کو بتلادیں گے۔

(۲) میں نے اعتراضات کی جھڑی لگائی نہ پُھول جھڑی! میرا قصور بس اس قدر ہے کہ شواہدالولایت کے اندر موجود غیر اسلامی عقائد اس طرح پیش کر دیئے ہیں کہ ان کا ''کتاب وسنت اور اجماع امت'' سے ثابت کرنا آپ کے لیے دردسر بن گیا ہے، سہولت کو مدنظر رکھنا تو ہر انسان کی فطرت ہے، آپ نے بھی تو سہولت کی خاطر روشن دلائل اور زیرنظر رسالہ میں عبارتیں ''نورالہدیٰ'' اور دیگر رسائل سے جمع کر دی ہیں۔

(۳) کسی نے اگر سہولت کے مدنظر قدیم کتاب کو چھوڑ کر جدید کا انتخاب کیا ہے اور دونوں معتبر ہیں تو اس سہولت پسندی میں کیا غلط اور قابل اعتراض اقدام ہوا ہے جس پر اتنی سطریں اور ٹائم خراب کیا گیا ہے؟ یہ بھی بتلا دوں کہ مجھے انصاف نامہ کام کی تکمیل پر فراہم ہوا، پہلے ملتا تو شاید اسی کو اختیار کرتا، آپ لوگوں کی کتابوں کی تحصیل بھی تو کوئی آسان کام نہیں ہے، اور شاید آپ کو پتہ نہ ہو کہ مصنف ''شواہدالولایت'' نے اس میں پچھلی تمام معتبر کتابوں کو سامنے رکھ کر بہت اہتمام اور دیانت سے مذہب کی حکایات وروایات کو جمع کیا ہے جس کی وجہ سے وہ گویا ''جامع الکتب'' کا درجہ رکھتی ہے، میرے انتخاب کی اصل وجہ یہی ہے۔

(۴) ان بودی اور غیر ضروری باتوں کی بنیاد پر میری نیت پر حملہ کہ ''تحقیق مقصود نہیں عوام کو گمراہ کرنا مقصود ہے'' یہ جملہ خود عوام کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔

قولہٗ: وہ کمال خیاطی دکھایا ہے کہ اللہ کی پناہ! (ص:۵۱)

اقول: خیاط کاٹتا بھی ہے جوڑتا بھی ہے اس کمال کا تعلق جوڑنے سے بھی ہے جس کا مطلب ہے کہ میں نے بہت سلیقہ سے حسب ضرورت عبارات اخذ کر کے اپنی کتاب میں جوڑا ہے۔ والفضل ماشھدت بہ الاعداء۔

قولہٗ: اس چابک دستی سے عبارت میں اضافہ کیا ہے کہ بادی النظر میں یہ مہدوی بزرگ ہی کی عبارت معلوم ہوتی ہے غور کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ یہ موصوف کی موشگافی ہے جو اس تحریر کے ساتھ شریک کر دی گئی ہے۔ انشاءاللہ ہم اس کی بھی تفصیل قارئین کے سامنے پیش کریں گے۔ (ص:۵۲)

اقول: کہاں کہاں کیا ہے؟ جب آپ پیش کریں گے تب ہم غور کرینگے، باقی

''مطالعہ مہدویت''اگر عوام کے سامنے ہے تو''شواہد الولایت'' بھی کوئی نایاب نہیں ہے، دونوں کو سامنے رکھ کر دیکھ لیا جا سکتا ہے۔

قولہٗ: وضاحت نمبر (۳) غیر ضروری ہے۔ (ص:۵۲)

اقول: اب تک کونسی ضروری باتیں آپ نے فرمائی ہیں جو یہ ایک بات نظر انداز فرمائی گئی ہمارے علم وحلم، اور بزرگانِ دین سے لگاؤ کا اندازہ اگر آپ کو واقعی ہوا ہے تو اللہ کا شکر ہے، باقی آپ کی تحریر بتلاتی ہے کہ آپ کو ہمارے کسی عقیدے کا بھی اندازہ نہیں ہوا ہے۔

(۱) جناب عالی! ہم بزرگانِ دین اور اہل اللہ کے نہ منکر ہیں نہ مخالف، بلکہ ان کے معتقد ہیں، اور ان کی خدمات کے معترف! لیکن ہمارا قصور صرف اس قدر ہے کہ ؎

میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند!

(۲) یہ عجیب بات ہے کہ غیر ضروری کہنے کے بعد اپنی فطرت سے مجبور ہو کر لمبی چوڑی وعظ ونصیحت شروع فرمادی، پنڈت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کا استعمال کیا تھا، میں نے نام کا استعمال نہیں کیا''میراں صاحب'' کہا جو میرے اعتدال واحترام ہی کی دلیل ہے، آپ کے تمام لٹریچر میں لفظ''میراں'' ادباً استعمال ہوا ہے، اور''حضرت'' کے معنی میں ہے، میں نے اسی وجہ سے احتیاط کا پہلو اختیار کیا، ہاں میں آپ کی طرح معصوم عن الخطاء، مامور من اللہ، امامنا اور علیہ السلام کے الفاظ استعمال کرنے کا اعتقاد نہیں رکھتا تو اس سے گریز کیا، اس پر آپکا اس قدر بگڑنا کہ پنڈت سرسوتی میں مجھ میں کوئی فرق نہ ہو سمجھ سے باہر ہے۔

قولہ: وضاحت نمبر (۴) اس لیے گمراہ کن ہے کہ مہدویت کی بنیاد کسی قول پر نہیں بلکہ صرف اور صرف قرآن پاک اور اتباع محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہے۔ مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع محمد رسول اللہ'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اس لئے اگر مہدی علیہ السلام کے قول وفعل کو جانچنا ہو تو قرآن پاک اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کی روشنی میں دیکھنا چاہئے نہ کہ کسی تنخواہ دار پیش امام کے لایعنی باتوں پر۔ (ص:۵۲،۵۳)

اقول: (۱) یہ عبارت آپ کی بے بسی کی مظہر ہے، میں نے اتنا ہی چاہا تھا کہ کتاب

وسنت اور اجماعِ امت سے ثابت کر دیجئے کہ ''میراں صاحب'' کے اس مقولے کا وزن اس وقت ہے جبکہ آپ کتاب وسنت سے مہدویت ثابت کر دیں مہدویت کے وہ بانی نہیں ہیں جتنی خلاف شرع باتیں ہیں انکے ذمہ دار آپ لوگ ہیں۔ انہوں نے اگر یہی فرمایا ہے کہ میرا مذہب اتباع محمد رسول ا ہے تو یہ سب فضول عقیدے ان کے ہو ہی نہیں سکتے، آپ کے دامن میں آیات کے نام سے تاویلات احادیث کے نام پر ضعاف یا موضوعات پھر ان کے بھی غیر متوارث مفہومات اور اجماع کے نام پر چند مشائخ وصوفیا کی شطحیات کے علاوہ کچھ اور نہیں، کہیں کہیں صحیح حدیث لاتے ہیں تو وہ ایسے مسئلہ میں جس سے آپ کے مخالف کو کچھ لینا دینا نہیں یعنی مبحوث فیہ مسئلہ کا ان احادیث سے کوئی تعلق نہیں، میرے بزرگ! عافیت کا راستہ اجماع امت کے ساتھ ہو جانا اور ان تفردات ومزعومات کو ترک کر دینا ہے جو اجماعِ اُمت کے خلاف ہیں۔

قولہٗ: خود شواہد الولایت، جس کے بے حساب حوالے آپ نے اپنی کتاب میں استعمال کئے ہیں، شروع سے آخر تک جگہ جگہ قُرآنی آیات سے اپنی بات کو واضح کرتی ہے، اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال کا استعمال بھی بہت ہوا ہے ساتھ ہی بہت سی تفاسیر کے حوالے بھی دئے گئے ہیں اس کتاب کو تقریباً پورا پڑھنے کے باوجود آپ مہدویت کو صرف مہدی علیہ السلام اور چند اشخاص کے اقوال پر منحصر کر دیا، کیا یہ دینداری ہے؟! (ص:۵۳)

اقول: ۱) میں آپ سے ادباً گذارش کرتا ہوں کہ ''شواہد الولایت'' میں موجود آیات، احادیث اور تفاسیر ہی سے سہی —— بشرطیکہ وہ امت میں معتبر بھی ہوں —— (۱) میراں صاحب کا مہدی ہونا یا (۲) کم از کم مہدئ مطلق ہی کا معصوم عن الخطاء ہونا، (۳) ذاتاً وصفاتاً ہمسر رسول ہونا، (۴) بنا فرشتے کے القاء یا اللہ تعالیٰ کے الہام کے نہ بولنا اور (۵) قرآن کے ایسے معانی بیان کرنے والے ہونا جو دورِ تکمیل نبوت یا عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں نہ سنے گئے ہوں جیسے مزعومات کو ثابت فرما دیں۔ بس شرط یہ ہے کہ اس میں اپنی بات نہ ملائیں۔

۲) اتنا پڑھ کے بھی نہیں بقیہ کتب دیکھ کر بھی اسی نتیجہ پر پہونچا کہ ان کتب میں اصل

کتاب وسنت نہیں ہے، بلکہ اصل اعتقادات ونقلیات ہیں اور کتاب وسنت نکتہ بعد الوقوع کے طور پر ان نقلیات پر چسپاں کرنیکی سعی کی گئی ہے۔ فالی اللہ المشتکی

قولۂ: اوپر دی گئی تفصیلات سے اس بات کا بڑی خوبی سے اندازہ ہوگیا کہ موصوف کی کوشش مہدویوں کی ہمدردی میں نہیں بلکہ اپنی شہرت اور بغض وعناد اور ہوسکتا ہے کہ دنیا طلبی کے لئے ہو، کیونکہ مہدویت کی ایک بات جوان حضرات کو بہت بُری لگتی ہے وہ دنیا سے بے رغبتی ہے جن حضرات نے فرض عبادت کو بھی اپنے روزگار کا ذریعہ بنالیا ہو، ان سے اتنی بغیر کسی دنیوی طلب کے کیسے ہوسکتی ہے؟ (ص:۵۳)

اقول: اس کے جواب میں آپ ہی کا ملفوظ پیش خدمت ہے کہ ''سچ ہے ہر شخص اپنی فطرت کے مطابق سوچتا ہے''۔

قولۂ: اقتباسات کی حقیقت۔ (ص:۵۴)

اقول: (موصوف صاحبِ رداس عنوان کے تحت راقم الحروف کی بقول خود ''فن خیاطی'' کے نمونے پیش فرمانا چاہتے ہیں جس کا مفہوم شاید یہ ہوگا کہ وہ یہ بتلائیں گے کہ میں نے ''شواہد الولایت'' کی عبارتیں ــــ بقول ان کے ــــ کہیں سے سر کاٹ کے اور کہیں سے پیر کاٹ کے صرف دھڑ کے طور پر پیش کئے ہیں، میں بھی پچھلی فضولیات سے تنگ آکر اس مرحلہ کا منتظر ہی تھا کہ کسی واقعی کوتاہی کی طرف نشاندہی ہوجاتی۔ مگر افسوس ہے کہ یہاں بھی موصوف نے حسب معمول آئندہ کے خوبصورت وعدہ پر ٹال دیا، اور مثال کے طور پر ''چند حوالوں کی تحقیق'' پر اکتفا کیا ہے، وہ بھی ''کوہ کندن کاہ برآوردن'' کے مصداق ہیں، اگر مولوی صاحب موصوف گذشتہ کے اوراق میں ایک ایک سطر سطر کی چھان بین کے بجائے انہی ۱۴۴ عبارات معترضہ پر تحقیقی کام فرماتے تو یہ کام ہمارے لئے اضافہ علم یا ازالۂ غلط فہمی کا ہوسکتا تھا کہ سبب بن جاتا، اور خود مہدویہ کے حق میں بھی بہتر ہوتا مگر اب شاید موصوف خود اکتا گئے ہیں، ہم بھی اصل موضوع کے انتظار میں تھک گئے ہیں، اس لئے حصہ دوم کا انتظار کر لیتے ہیں[1]، البتہ جن خیانتوں کی طرف وہ متوجہ کرنا چاہتے ہیں ان کو سمجھنا میرا فرض ہے، میں

[1] اور اب ۲ رسال کے انتظار کے بعد میں بھی اسی پر اکتفاء کر لینے پر مجبور ہوگیا ہوں۔

انہی کو توجہ سے دیکھتا ہوں جو غلطی واقعی ہے اس کو تسلیم کر لینے کا پہلے بھی وعدہ کر چکا ہوں، اب بھی اسی پر قائم ہوں۔ انشاء اللہ، بشرطیکہ حق ہو۔

قولہٗ: نمبر(۱) قوی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ (۵۱) پر شواہد الولایت کی تحریر جو صفحہ (۵) پر ہے نقل کی ہے اس میں کچھ حصہ جو صفحہ (۴) پر تھا چھوڑ دیا ہے تحریر اس طرح ہے:
''جب میں شرف زیارت سے روضہ متبرکہ منورۂ امام مشارق والمغارب بالتحقیق کے جو بیت العتیق (خانہ کعبہ) کی طرح مقدس ہے مشرف ہوا'' (ص:۵۴)

اقول: (۱) پہلے ہی نمونے میں میرے بجائے کہیں آپکی فن خیاطی کا مظاہرہ نہ ہو گیا ہو، دیکھئے! آپ نے جو عبارت نقل کی ہے وہ بعینہٖ وہی ہے جو میں نے لکھی ہے آپ تاثر تو قاری کو یہ دے رہے ہیں کہ میں نے "اس عبارت میں سے کچھ چھوڑا ہے" آپ کو سب سے پہلے وہ چھوٹی ہوئی عبارت پیش کر کے "عبارت اس طرح ہے" لکھنا چاہئے تھا، آپ ہی بتلائیے کہ یہ میرا فن خیاطی ہے یا آنمحترم کا طرزِ آزمودہ۔

(۲) صفحہ: ۴ کی عبارت میں نقل کئے دیتا ہوں تا کہ پتہ چل جائے کہ اس عبارت کو نقل نہ کر کے میں نے کوئی خیاطی نہیں کی ہے کیونکہ وہ صاحب عبارت کا اپنا تذکرہ ہے اس کا نفسِ مسئلہ سے تعلق ہی نہیں ہے۔ پچھلے صفحہ سے جو عبارت نہیں لی گئی وہ یہ ہے:

بعد حمد وصلوٰۃ فقیر حقیر کثیر التقصیر جملہ مصدقانِ حضرت خاتم الاولیاء محبوب ملک العلام امیر سید محمد جونپوری علیہ السلام کا خاکِ پا ناچیز وکمترین عاجز ومسکین غریب حزین مسمی برہان الدین ابن امیر سید اللہ بخش ابن سید یحییٰ الدین ابن امیر سید المرشدین امیر سید شہاب الحق والملۃ والدین ابن امیر المؤمنین حکم المتقین سلطان نصیر بدر منیر بشیر ونذیر نظیر حضرتِ امیر کل امیر میراں سید خوندمیر رضی اللہ عنہم اجمعین اللہ تعالی مجھے اور سب مومنوں کو مغفرت عطا فرمائے عرض کرتا ہے کہ جب یہ ضعیف بروز دوشنبہ بتاریخ ۷ ماہِ رمضان ۱۰۵۲ھ ایک ہزار باون ہجری نبی آخر الزماں صلعم...... (بس اس کے بعد ہی وہ عبارت ہے جو میں نے نقل کی ہے)

جب میں نے پہلے ہی یہ واضح کر دیا ہے کے یہ اقتباسات شواہد الوالایت کے ہیں اور صاحب کتاب کا بھی تعارف کرا دیا تھا تو عبارت کے ساتھ ان کے تعارفی کلمات لینے کی

کوئی ضرورت ہی نہ تھی جتنی عبارت پر اشکال تھا اس کا نہ سر کاٹا گیا نہ پیر!

(۳) عقید تمندانہ تحریرات کہہ کر انہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ عقیدت کے بھی حدود و مراتب ہیں، کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عقیدت میں خدا تعالیٰ کی صفات سے متصف کر دے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی کے مرتبے پر پہونچادے، میراں صاحب کی قوم کو بعض انبیاء سے افضل کر دے، میراں صاحب کو نبی کا ہمسر کر دے آخر کیا عقیدت میں سب جائز ہو جائیگا؟ ہاں! اگر آپ یہ مان لیں کہ یہ باتیں غلو فی الاعتقاد کے قبیل سے ہیں ہم ان کو اپنے دین کا حصہ اور مبنی بر انصاف نہیں سمجھتے، کہنے والے کو جذباتِ عقیدت سے مغلوب سمجھ کر معذور جانتے ہیں تو پھر کوئی اشکال نہیں، لیکن آپ ایسا کہنے کیلئے تیار نہ ہوں گے کیونکہ ان باتوں کو آپ عقیدت میں غلو نہیں سمجھتے عقیدہ ہی سمجھتے ہیں۔

(۴) کسی شیعی، دیو بندی، بریلوی کی عبارت سے استدلال ''دین وعقیدہ'' کے باب میں کافی نہیں ہے، ہاں! کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثبوت کے بعد بطور تائید بعد والوں کی عبارتیں معتبر ہو سکتی ہیں، اور آپ کو تو کتاب اللہ اور اتباع رسول اللہ ﷺ سے ہٹنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اجماع وقیاس بھی اس میں شامل نہیں ہیں چہ جائے کہ طاہر القادری اور قاسم نانوتوی کی باتیں۔ جناب عالی! بچکانی اعتراضات، بچکانی اعتراضات کا واویلا مچا کر آپ اصل موضوع سے قارئین کا ذہن ہٹا دیتے ہیں۔

> **قولہٗ:** اس میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں ایک تو عقیدت میں حد سے زیادہ غلو اور دوسرا توہین کعبۃ اللہ.............................ہم تو کہتے ہیں کہ عقیدت صرف عقیدت ہوتی ہے، غلو زیادہ یا کم کی اس میں کیا گنجائش (ص:۵۴)

آپ نے روافض کے غلو فی العقیدت کی مثالیں دیکر ہم سے پوچھا ہے کہ اس سلسلہ میں آپ کیا کہیں گے؟ پھر توہینِ کعبہ کا اشکال دور کرنے کیلئے بھی چار واقعات اور دو شعر پیش کر کے وعدہ کیا ہے کہ اگر میری اس سے تشفی نہیں ہوئی تو وہ اس قسم کے اور حوالجات پیش کر سکتے ہیں۔ (تفصیل ''ردقوی ص: ۵۴ تا ۵٦ ''میں)

قولہٗ: حضرت مہدی علیہ السلام کی امامت بھی کائنات پر محیط ہے، جس طرح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، کیوں کہ یہ ہر دو ذوات آخرین ہیں، یعنی ایک خاتم نبوت ہے تو دوسرا خاتمِ ولایت محمدیہ۔ اس جہت سے جو مقام رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے وہی مقام مہدی علیہ السلام کا بھی ہے۔ (ص:۵۵)

اقول: ۱) اس خط کشیدہ عبارت کا ثبوت ''کتابُ اللہ اور اتباعِ محمد رسول اللہ'' کی روشنی میں چاہئے۔ کھینچ تان کے زبردستی کی منطق سے نہیں بلکہ صاف لفظوں میں یعنی قطعی الثبوت نصوص سے چاہئے اس لئے کہ یہ امام الانبیاء اور سیدِ ولدِ آدم کی ہمسری کی بات ہے کوئی معمولی ادعا نہیں!

۲) کسی کو ''قبلہ وکعبہ'' کے لفظ سے ادباً مخاطب کرنے کے رواج سے استدلال اس لیے درست نہیں کہ یہ لفظ عرف عام میں حقیقی معنیٰ کھو چکا ہے اور صرف ''جناب عالی'' کے معنیٰ میں رہ گیا ہے برخلاف صاحبِ ''شواہد الولایت'' کے دعوے کے کہ میراں صاحب کا روضہ ''بیت العتیق (خانہ کعبہ) کی طرح مقدس ہے'' ایک اعتقاد ہے عوام میں بزرگوں کے لئے ''قبلہ وکعبہ'' کا استعمال انکو ''بیت العتیق'' کی طرح مقدس مان کر نہیں ہوتا، اور اگر کوئی جاہل ایسا سمجھتا بھی ہے تو اس کا یہ سمجھنا خلافِ شرع اور موہم توہین ہے۔ ایسی غلط العام باتوں سے کہیں عقیدہ کے مسئلہ میں استدلال کیا جا سکتا ہے؟ فیا حسرۃ علی فھمکم

۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے بھی کوئی مشابہت نہیں ہے بلا وجہ ہی نقل فرمایا ہے، کیونکہ انہوں نے حجر اسود (بڑی ح سے) کو بمقابلہ قدرتِ خداوندی کے بے اثر قرار دیا ہے، اور تعظیم کی وجہ صرف اسوۂ نبوی کے اتباع کو قرار دیا ہے۔

۴) مولانا روم رحمہ اللہ کا قول حدیث پاک کے مطابق ہے کہ ''حدیث میں مومن کی بے آبروئی ودل آزاری کو انہدام کعبہ سے زیادہ قبیح فعل قرار دیا گیا ہے'' پھر اس قول سے بھی کسی کے روضہ کو خانہ کعبہ کی طرح مقدس سمجھنے کی واجبیت کا کیا تعلق؟

۵) بایزید بسطامی رحمہ اللہ کا مکاشفہ بھی حجت شرعیہ نہیں ہے، یہ تو مکاشفہ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ

کے بندوں کے شکستہ دلوں میں رہنے سے متعلق جو روایت ہے محدثین کے نزدیک وہ بھی معتبر نہیں ہے[1]۔

۶) بے شک میری کیا کسی صاحب علم کی تشفی بھی ان حوالوں سے نہیں ہو سکتی، اور ایسے بے تکے دلائل آپ ہزاروں جمع کر دیں تو بھی عقیدۃً کسی بزرگ کی قبر کو کعبۃ اللہ کی طرح مقدس ماننے کا ثبوت نہیں نکل سکتا۔

> **قولہٗ:** اس تحریر میں بڑی نازک تحریف کی گئی ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ قرآنی آیات جو قوی صاحب نے تحریر کئے ہیں وہ اردو ترجمہ میں نہیں ہیں، صرف ان آیات کا اردو خلاصہ لکھا ہے جو اردو تحریر ہے۔ (دوسری بات یہ کہ از ناقل) اس میں یہ کمال کیا ہے" آنحضرت کے ساتھ ؐ لکھا ہوا تھا جس کو حذف کر دیا اور قوسین میں" آنحضرت" کے بعد (مہدی) لکھدیا............
> (تیسری بات یہ ہے کہ از ناقل) ولایتِ محمدی سے مہدیؑ مراد نہیں ہوتے بلکہ خاتمِ ولایتِ محمدی سے مہدی علیہ السلام مراد ہوتے ہیں۔ (ص:۵۶،۵۷)

اقول: ۱) پہلی بات کا جواب یہ کوئی نازک تحریف نہیں ہے جو بہت سوچ سمجھ کر کی گئی ہو، آیاتِ قرآنیہ کو اپنی عبارت میں رکھا گیا تھا اور باکس میں صرف ''جاننا چاہیے'' سے شواہد الولایت کی عبارت لی گئی تھی، ٹائپسٹ سے یہ تسامح ہوا کہ یہ آیات باکس کے اندر لے لی گئیں اور تصحیح میں ہم سے بھی ذہول ہو گیا۔ ہمیں اس غلطی کا اعتراف ہے تاہم جو عبارت نقل کی گئی ہے وہ انہی آیات کی تشریح ہے، کوئی دوسری آیات اپنی طرف سے نہیں ملائی گئیں۔

۲) دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ''الفاظِ نور کے اشارات سے مراد'' میں ''کے اشارات'' چھوٹ گیا ہے، اس کے پیچھے بھی قصد کو دخل نہیں ہے، تصحیح میں ذہول ہوا۔

اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ''الفاظ کی مراد'' تو ہوا کرتی ہے لیکن ''الفاظ کے اشارات کی مراد'' عموماً غیر مستعمل تعبیر ہے اور بے معنیٰ بھی کیوں کہ جب لفظ خود بخود موجود ہے تو اس کا اشارہ کہاں معدوم ہے؟ اور جب اشارہ ہی کا ذکر نہیں ہوا تو مشارٌ الیہ اور اس کی مراد بیان کرنے کا کوئی محل نہیں ہوتا ہے۔ پھر بھی ہمارا کام نقل کو اصل سے مطابق رکھنا تھا جس

---

[1] البتہ شکستہ دلوں کی دلجوئی سے رضائے خداوندی کا حاصل ہو جانا الگ بات ہے جو احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے مگر یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی جسمانی وجود کی طرح عرش سے غائب ہو کر بندوں کے دلوں میں چھپا پھرتا ہو۔

کا ہم نے اہتمام بھی کیا مگر یہاں ہم سے چوک ہوئی ہے۔آنحضرت پر(ص) چھوٹ جانا بھی سہو ہے لیکن اس سب کے باجود پوری عبارت کا حاصل وہی ہے جو ہم نے اس اقتباس کے تحت بیان کیا ہے، اور آپ لوگوں کا دستور یہ ہے کہ جب مہدی کا ذکر نبی کے ساتھ کرتے ہیں تو مشترک ضمائر استعمال کرتے ہیں اسلئے یقین نہ آئے تو شواہدالولایت میں یہ پوری عبارت پڑھ لیجئے جس کا عنوان ہی ہے ''پہلا باب نور محمدی کے پیدائش کے بیان میں اس کے ساتھ روحِ مہدی موعود صلی اللہ علیہما وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً کی پیدائش کی حقیقت کے بیان میں''۔

قولہٗ: ولایت محمدی سے مہدیؑ مرادنہیں ہوتے بلکہ خاتم ولایتِ محمدی سے مہدی علیہ السلام مراد ہوتے ہیں، یہ اتنا باریک فرق ہے کہ عموماً ایسے حضرات سے صرف نظر ہو جاتا ہے جس کی عقل کا وزن زیادہ ہوتا ہے۔ (ص:۵۷)

اقول: ''ولایتِ محمدی اور چیز ہے اور خاتم ولایت محمدی اور'' یہ تو اعجوبہ بلکہ مُعَمَّہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ہلکی عقل والے ہی سمجھ سکتے ہیں ہم جیسے لوگ جن کی عقل کا وزن بقول آپ کے زیادہ ہے وہ کیسے سمجھیں، یہ الفاظ کا ہیر پھیر ہی تو مذہب کو باقی رکھا ہوا ہے ورنہ آپ سوادِ اعظم سے علاحدہ کیوں ہو جاتے؟ یہ ہم نے مان لیا کہ نبی پہلے ولی ہوتا ہے اور اس کی ولایت یعنی تعلق مع الحق اس کی نبوت یعنی تعلق مع الخلق سے افضل ہوتی ہے اس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو آج سے چودہ سو سال قبل بہ حیثیت خاتم النّبیین تشریف لائے تھے وہ نبی بھی تھے ولی بھی تھے، جو ہستی یعنی محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب عطا شدہ صفتِ نبوت سے متصف تھی وہی اپنی صفتِ ولایت سے متصف تھی، اب یہ نبوت بھی اسی ذات کی خصوصیت ہے اور وہ ولایت بھی اسی ذات کی خصوصیت ہے، اگر نبوت آپ کی ذات پر ختم ہوگئی ہے تو آپ کی یہ ولایت بھی آپ کی ذات ہی پر ختم ہوگئی، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ نبوت تو کسی ذات پر ختم ہو جائے اور اس کی ولایت کسی اور کی ذات پر ختم ہو۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دو صفتوں میں سے ایک کا مظہر کوئی اور ہستی ہوگئی تو دوسرے کا مظہر بھی کوئی دوسری ہستی ہوسکتی ہے، یعنی نبی اور ولی تو آپ ہی ہوں مگر آپ کی نبوت کا خاتم

کوئی اور ہو جیسے آپ کی ولایت کا خاتم کوئی اور ہے جبکہ یہ آپ کو بھی تسلیم نہیں ہے۔ وہ کونسی نص قطعی ہے ـــــ جو عقیدہ بنانے کے قابل ہو اور ـــــ اس میں یہ صراحت موجود ہو کہ نبی کی ولایت نبی کی نبوت سے افضل ہے اور خاتم نبوتِ محمدی یعنی مفضول صفت کے حامل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے اور خاتم ولایت محمدی یعنی افضل صفت کی حامل ان کے علاوہ کوئی اور ذات ہے۔ سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ آپ حضرات اولوالالباب کا لقب رکھتے ہیں ذرا اس مسئلے کو حل کر دیں۔

قولہٗ: موصوف نے اس تحریر میں بڑی بددیانتی سے کام لیا ہے اور متقدمین کی کتب اور تفاسیر کے خلاصے کو صاحبِ شواہد الولایت کی تحریر کے طور پر پیش کر کے اعتراض جڑ دیا ہے نہ کہ ان حوالوں کے ناقل پر (ص:۵۷)

اقول: ۱) میں نے کوئی کانٹ چھانٹ نہیں کی ہے، میں نے تو صرف ''شواہد الولایت'' میں ثابت کردہ آپ کے عقائد کو پیش کیا ہے، یہ اور بات ہے کہ مصنف نے بطور تائید بعض اپنے ہم خیال لوگوں کی عبارتیں بھی نقل کی ہیں، پورا باب اسی عقیدہ کے اثبات میں ہے جو میں نے اپنے اقتباس میں لیا ہے، پورا باب پڑھ لیجئے آپ کو خود یقین آ جائے گا، اگر مصنف ان عبارات کی تردید کرنے کیلئے کسی کی تائید نقل کرتے تو آپ کا یہ فاتحانہ اعتراض بجا تھا، آپ ہی کہہ دیں کہ یہ مہدویہ کا اعتقاد نہیں ہے، بات ختم ہو جائیگی۔

۲) پہلے تو ''ولایت نبوت سے افضل ہے'' کا حدیث ہونا ہی طئے نہیں ہے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب غلط نسبت پر مولانا خالد سیف اللہ صاحب کو جو تنبیہ کی ہے اس کو اپنے حق میں بھی تازہ کر لیں۔

۳) آپ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ حدیث آحاد ظنی الثبوت ہے اس سے عقیدہ کا اثبات نہیں ہو سکتا، دوسری طرف اس اعتقاد کی تائید میں فصوص الحکم جیسی کتاب کا حوالہ دے رہے ہیں، جس کا فنِ حدیث سے کوئی تعلق نہیں۔

۴) آپ کے اس جملہ ''صاحب شواہد الولایت پر جڑ دیا ہے نہ کہ ان حوالوں کے

ناقل پر'' کا کیا مطلب؟ صاحب شواہد الولایت ہی تو ان حوالوں کے ناقل ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ خود ہی نہیں سمجھ پا رہے ہیں کہ کیا جواب لکھ رہے ہیں۔

> **قولہٗ:** اس تحریر سے واضح ہوگیا کہ یہ عقائد مہدویہ کے نام سے لکھ کر قارئین کو گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ صرف مہدویوں کا عقیدہ ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ عقیدہ سلف سے خلف تک اسلامی عقیدہ ہے اور رہے...........لیکن نہ معلوم قوی صاحب کس دین کی نمائندگی کرتے ہیں کہ جب حوالے میں واضح طور پر بتلایا گیا ہے کہ ولایت افضل ہے نبوت کے سلسلے میں تفسیر عمدہ میں اس بات کو پیش کیا گیا ہے آپ اگر اس کو حدیث نہیں مانتے تو یہ آپ کا مسئلہ ہے آپ جانے یا صاحبِ حدیث۔ مگر مہدویہ پر یہ الزام بیجا طریقے سے تو مت لگائیے کہ اس ''بے جوڑ'' دلیل کے خالق ہم ہیں یہ تو شروع سے ہی اسلامیات کا حصہ ہے۔ (ص:۵۸)

اقول: ۱) آپ کیسی باتیں کرتے ہے؟ فصوص الحکم جیسی متنازع فیہ تصوف کی کتاب اور تفسیر عمدہ جیسی نایاب وغیر معروف تفسیر کا حوالہ دے کر اپنے اس عقیدہ کو ''سلف سے خلف تک کا اسلامی عقیدہ'' اور ''شروع ہی سے اسلامیات کا حصہ'' قرار دے رہے ہیں، سلف سے خلف تک تفسیر، حدیث، کلام اور فقہ میں جن کتب کو معتبر سمجھا جاتا ہے اور جنہیں تلقی بالقبول اور تداول حاصل ہے، لگتا ہے کہ ان کتابوں کا آپ لوگوں نے نام تک نہیں سُنا ہے۔ اگر آپ یہ کہتے کہ ''سلف سے خلف تک مہدوی عقیدہ ہے اور رہے گا'' تب تو ٹھیک تھا، جب اسلامی فرماتے ہیں تو اہل اسلام کی معتبر کتابوں سے جواب دینا چاہئے۔ میراں صاحب کے بعد کے علماء کو چھوڑ دیئے کہ وہ اس مسئلہ میں اب ایک فریق ہیں ان سے پہلے جو تفسیر، فقہ اور کلام کے معتبر و معتمد ائمہ کرام گذر چکے ہیں جن کے زمانہ میں نہ میراں صاحب کا وجود تھا نہ ان سے کسی کو اختلاف تھا ان ائمہ کرام کی کتابوں اور حوالوں سے بات بنتی ہے نہ کہ صرف یہ کہہ دینے سے کہ ''سلف سے خلف تک سب کا عقیدہ یہی ہے''۔

۲) الحمد للہ! میں اسی دین کی نمائندگی کرتا ہوں جو کتاب وسنت سے ائمہ اہل سنت والجماعت نے اخذ کر کے امت کے سامنے پیش کر دیا ہے، ہم اہل سنت والجماعت کے تمام مسالک عقائد میں امام احمد ابن حنبلؒ یا امام ابوالحسن اشعریؒ یا امام ابومنصور ماتریدیؒ کی

تحقیقات پر اعتماد کرتے ہیں، فقہ میں امام ابوحنیفہؒ یا امام شافعیؒ یا امام مالکؒ یا امام احمد بن حنبلؒ کی اقتداء کرتے ہیں یا پھر بعض حضرات ظاہر قرآن وحدیث کو اختیار کرتے ہیں، احادیث کو قبول کرنے میں صحتِ سند کا اہتمام کرتے ہیں، قرآن کی تفسیر میں خود رائی کو حرام سمجھتے ہیں۔ اس لئے احادیث کو سمجھنے کے واسطے حافظ ابن حجرؒ، امام نوویؒ، حافظ ذہبیؒ جیسے اساطین کا سہارا لیتے ہیں تو قرآن کریم کی فہم کے واسطے امام رازیؒ، امام ابن کثیرؒ، امام قرطبیؒ جیسے ماہرین کی طرف رجوع کرتے ہیں، جن کو ساری دنیا کے پڑھے لکھے مسلمان جانتے اور پہچانتے ہیں اور جن کی کتب ہر جگہ اور ہر علاقہ میں دستیاب ہیں۔ البتہ آپ بتلائیے کہ آپ کس دین کی نمائندگی کرتے ہیں؟ یہ تفسیر عمدہ کہاں دستیاب ہوتی ہے؟ عقائد میں آپ کا اعتماد کس پر ہے اور فقہ میں آپ نے کس سے استفادہ کیا ہے؟

قولہٗ: ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ خود کو عالم سمجھ کر اسلامی فرقوں میں اختلافات کو ہوا دینے والے کے قلم سے یہ بات کیسے نکل سکتی ہے؟ جس آیت سے تاریخ پیدائش کا اخراج کیا گیا ہے وہ قرآن میں موجود ہے، پھر کوئی عالم یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ یہ نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں، اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کو قرآن اور قرآن پاک کی وسعت اور اسکے مفاہم اور اشارات کا کوئی علم ہے نہ اندازہ۔ کیوں کہ اگر علم ہوتا تو پھر اتنی بے علمی کی بات نہ کہتے۔ (ص:٦٠)

اقول: ۱) الحمدللہ میں حافظ قرآن ہوں اور قرآن کریم کی خدمت میں ۳۰ ؍ سال سے لگا ہوا ہوں، مدرسہ میں ۷۰۰ حافظانِ قرآن کی موجودگی میں، میں نے **یاایھا الناس قد جاء کم من اللہ نورا ووجودا مبینا** کے بارے میں دریافت کیا کہ قرآن میں کہاں ہے؟ کسی کو نہیں معلوم کہ یہ کونسے سورہ کی آیت ہے، آپ ہی سے دست بستہ التجا ہے کہ حوالہ دیدیں، اسی طرح صفحہ ٦١ پر آپ نے جو قرآنی آیت **الا ولھا قومہ سیعلمون بھا** لکھی ہے وہ کونسے سورہ میں ہے؟ بڑی مہربانی ہوگی اگر آپ یہ دو عبارتیں قرآن میں دکھادیں، پھر آپ جس قدر شور مچائیں کم ہے کہ قوی صاحب کو قرآن بھی نہیں معلوم۔

۲) میں نے علم الاعداد کا انکار کہیں نہیں کیا تھا آپ نے خواہ مخواہ دو صفحے خراب کیئے۔ میں علم الاعداد تواریخ نکالنے کے علم اور اسکے رواج کا منکر نہیں ہوں، میں نے تو صرف یہ لکھا

تھا’’حق تعالیٰ کومیراں صاحب کی تاریخِ پیدائش نکال کے نازل کرنے کی جوضرورت پڑی وہ نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں‘‘یعنی اشکال تو یہ تھا کہ قرآن کی کس آیت اورحدیث کی کس روایت میں یہ بات آئی ہے کہ’’اللہ تعالیٰ نے مہدی کی تاریخ پیدائش ظاہرفرمائی ؟‘‘ یہ سوال تو آپ سمجھ نہیں سکے ایک دوسری بحث شروع فرمادی اوراس تحصیل حاصل بحث کے بعد بھی اشکال جوں کاتوں برقرار ہے،آپ کے جواب سے مزید اس میں یہ اضافہ ہوگیا ہے کہ اب آپ کومذکورہ الفاظ کیساتھ کسی آیت کےقرآن میں پائے جانے کا حوالہ بھی دینا ہے۔

قولہٗ: اگران اقتباسات کا حوالہ انصاف نامہ سے دیا جاتا تو زیادہ اہم ہوجاتے ،بات در اصل یہ ہے کہ جیسا کہ ہم نے اس سے قبل بھی کہا ہے،قوی صاحب نے اپنی دانست میں یہ سمجھا ہے کہ شواہد میں وہ زیادہ کھل کھیل سکتے ہیں اس لئے انہوں نے اس کتاب کا انتخاب کیا لیکن جیسا کہ قارئین نے دیکھا یہاں بھی وہ اپنی قینچی کی مدد سے بھی کوئی بات پیدا نہ کرسکے قارئین خود دیکھ لیں کہ قوی صاحب نے دانستہ کس طرح کی کتر بیونت کی ہے اورصرف ہمارے عقیدے لکھ کراس پراعتراض کردیا حالانکہ یہ حوالے تفاسیر سے لئے گئے ۔ ہرصورت میں وہ جوابدہ ہیں۔ (ص:٦٢/ ٦٣)

اقول: ١)میں پیچھے صفحہ(٥٠)پروضاحت کرچکا ہوں کہ کتاب’’انصاف نامہ‘‘ مجھے’’شواہدالولایت‘‘کے ذریعہ مضمون مرتب کرلینے کے بعد ملی ہے، پہلے ملتی تو اس کے تقدم کی وجہ سے اسی کو بنیاد بنالیا جاتا،اورجب شواہدالولایت کے ناشر نے اسے سلف کی تعلیمات کا معتبر ذخیرہ قرار دیا ہے تو کیا انہوں نے غلط کہا ہے یا آپ کو اس سے اختلاف ہے؟ زیادہ اہم یا کم اہم کا مسئلہ نہیں ہے،دوہی باتیں ہیں،شواہدالولایت میں مذکورعقائدوخیالات معتبر ہیں یا نہیں؟ ہیں تو اصول اسلام——کتاب وسنت اوراجماعِ امت——سے ثابت فرمادیں، نہیں تو اعلان فرمادیں۔ باربار’’شواہدالولایت‘‘ کی تنقیص اور’’انصاف نامہ‘‘ کی تجویز پیش کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

٢)دوسرے یہ کہ میں نے اپنی دانست میں شواہدالولایت کولیکر زیادہ کھیل کھیلنا سمجھا یا اس کتاب کو ماقبل کی کتب کا جامع اورزیادہ مرتب ہونے کی وجہ سے منتخب کیا وہ اللہ علیم وخبیر

کومعلوم ہے، ان احتمالات کے ذریعہ آپ قارئین کو مجھ سے بدگمان تو کر سکتے ہیں فریضۂ وضاحت سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

۳)''اپنی قینچی کی مدد سے بھی کوئی بات پیدا نہ کر سکے''......کیا عبارت ہے آپ جیسے اردو ادب کے ماہر ہی جان سکتے ہیں۔ اگر یہ آپ کے عقیدے نہیں ہیں تو صاف فرما دیجئے کوئی اختلاف ہی نہ رہے گا، اور اگر ہیں تو اعتراف فرما کر دلائل شرعیہ سے اثبات فرما دیجئے، خواہ متقدمین نے لکھے ہوں یا متاخرین نے۔

> **قولہٗ:** یہ دل کی باتیں ہیں جو عشق کی عطا ہے یہ باتیں ناصحین کی سمجھ سے پرے ہیں عشق در دِل اور نیستی سکھاتا ہے نہ کہ کج فہمی، موصوف یہ بھول گئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آگے فرمایا ہے:''ثم رددناہ اصفل صافلین''اس ہی لئے ہم نے تحریر کے شروع میں کہا ہے کہ یہ اعتراضات برائے اعتراضات ہیں اور بچکانہ ہیں۔ (ص:۶۳)

اقول:۱) دیکھئے! تواضع وانکسار اگر چہ صفاتِ عالیہ ہیں لیکن تذلل ناجائز ہے یہاں اشکال صرف کتوں کی سی موت کی تمنا اور کتے کے قدموں کے نیچے محشور ہونے کی دعا پر ہے، ایسی بھی کیا منکسر المزاجی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اشرف المخلوقات بنا رہے ہیں اور ہم ارذل المخلوقات جیسے بننے کی تمنا کر رہے ہیں؟

۲) میں اگلی آیت ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ نہیں بھولا آپ بھول گئے، اسی لئے ثم رددناہ اصفل صافلین لکھا ہے، اگر آپ کو یاد رہتی تو آیت پاک کی تو کم از کم تصحیح کرتے، اردو املاء تو پوری کتاب میں حیرت انگیز غلطیوں سے بھرا پڑا ہے آیاتِ قرآنیہ کے حد تک تو تصحیح کر لی جاتی۔ خیر! میں آپ کی توجہ اس غلط نشاندہی کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ''والی آیت محل مدح میں ہے''ثُمَّ رَدَدْنَاهُ''والی آیت موقع مذمت میں ہے اس لئے کہ اس کے بعد''اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا'' فرما کر اہل ایمان کو اس ذلت ورسوائی سے علاحدہ کر لیا گیا ہے، آپ ہم کو قلت علم کا طعنہ دیتے رہتے ہیں جبکہ ہم کثرتِ علم کے مدعی بھی نہیں، لیکن روزمرہ نمازوں میں پڑھی جانے

والی سورتوں کے معانی تو دور کی بات ہے تلفظ سے بھی بے خبری کیا آپ کے نزدیک وفورِ علم کہلاتا ہے؟

۳) اس سب کے بجائے آپ اخیر والی دوسطریں لکھدیتے کہ ''وہ کتا ایک جن بزرگ تھا، اور صاحبِ انصاف نامہ کی آرزو یہ تھی کہ وہ بھی ایسے باکمال بزرگ بن جائیں'' تو اس لن ترانی میں ٹائم پاس کرنیکی ضرورت ہی نہ تھی۔

(۴) ایک نبی کا دوسرے نبی پر فوقیت کو پسند نہ کرنا، اپنی اصلاح کی خاطر بڑے بڑے لوگوں کا خدمتِ خلق کرنا، نبی کریم ﷺ کا کسی ادنیٰ اُمتی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے اس کے ساتھ تشریف لے جانا، اسی طرح کسی انسان کی اذیت رسانی پر صبر سے کام لینا اور معاف کر دینا جیسے واقعات کا آپ ہی سوچئے کہ کتے جیسے بننے کی تمنا اور کتے کے قدموں کے نیچے محشور ہونے کی دعا سے کیا تعلق ہے؟

قولۂ: اس ہی طرح اس مامور من اللہ کو مان لینے والے نہ ماننے والوں کی نظر میں گمراہ ہیں اور ان کو راہِ راست پر لانے کی کوشش ۱۴۰۰ سال سے پادری عماد الدین سے لے کر قوی صاحب تک لوگ کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے لیکن دیکھنے والی بات یہ ہے کہ داعی آخر کس چیز کی دعوت دیتا ہے۔ (ص:۶۴)

اقول: اس عبارت سے آپ نے کیا کہنا چاہا ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے یا پھر کسی بقراطی جاننے والے سے مدد لینا پڑے گا۔

قولۂ: چھٹی پشت یا اس کے بعد کے حضرات کی تحریرات میں عقیدت مندانہ اظہارات کو عقائد تصور کر کے لکھدیا ہے مگر ان کے بھی غلط ہونے کا ثبوت نہ نص سے دیا ہے نہ روایت، (حدیث رسولؐ) سے نہ ہی متقدمین کے حوالے سے بات کی ہے۔ صرف اپنی طرف سے لکھدیا ہے کہ یہ اسلام کے خلاف ہے، کوئی مسلمان ایسا عقیدہ نہیں رکھتا! یہ عقیدت میں غلو ہے، وغیرہ یہ ان کا خیال ہے حقیقت اس کے برعکس ہے۔ (ص:۶۵)

اقول: میں نے ان باتوں کا جو آپ کی کتب میں مذکور ہیں اہل السنۃ والجماعت کے اجماعی عقائد کے خلاف ہونا ظاہر کیا ہے، اہل السنۃ والجماعت اور ان کے ائمہ متبوعین میراں

صاحب کی ولادت سے ۹۰۰ سال پہلے سے چلے آرہے ہیں، اور انہی کا اجماعی اعتقاد امتِ مسلمہ کا ''عقیدہ'' ہے جو تفسیر، حدیث، فقہ، اور کلام کی معتبر کتب میں موجود ہے، اکّا دُکّا کا اگر کہیں اختلاف ہے تو وہ جمہور کے مقابلہ میں معتبر نہیں ہوتا، انہیں تفردات کہا جاتا ہے، میراں صاحب کے بعد بھی بقول آپ کے بڑے بڑے علماء نے انہیں ''اولیاء کبار'' میں سے ماننے کے باوجود مہدی نہیں مانا، میراں صاحب کے علاوہ بھی عرب وعجم میں بہت سے لوگوں نے مہدویت کا دعویٰ کیا، ان کے اوصاف واخلاق بھی میراں صاحب جیسے تھے، کچھ لوگ ان کے بھی معتقد ہوگئے مگر جمہور علماء اسلام نے ''المہدی'' کے ان پر انطباق کو احادیث صریحہ معتبرہ کی روشنی میں رد فرما دیا، پھر تعینِ مہدی کا مسئلہ ایک مجتہد فیہ مسئلہ ہونیکی وجہ سے کسی گروہ کی جانب سے کسی شخص کو مہدی تسلیم کرلینے کو نظر انداز کر بھی لیا جائے تب بھی ''المہدی'' کا (۱) معصوم عن الخطاء ہونا، (۲) ولایت محمدی کا مظہر واحد ہونا (۳) اس کے ذریعہ سے قرآن کریم کے ایسے بیان کا آنا جو دور رسالت میں نہیں سنے گئے تھے، (۴) فرشتے کے القاء یا اللہ تعالیٰ سے براہِ راست علم حاصل کرنے والا ہونا وغیرہ جیسے عقائد کن متقدمین اہل اسلام نے تسلیم کئے ہیں ان کی وضاحت آنمحترم کی ذمہ داری ہے، آخر ان صریح مسائل میں کسی معروف محدث، مفسر متکلم اور فقیہ کا نام لیجئے، ہیکل النور، کشف الحقائق، فصوص الحکم کا ان مسائل میں کیا اعتبار ہے؟ آپ کی نصیحت دل وجان سے قبول کرتے ہوئے آپ سے بھی یہی عرض کرتا ہوں کہ یہ کھینچ تان چھوڑ کر ذرا کھلے دل سے اسلامی عقائد کی کتابوں کا مطالعہ فرمائے۔

یہ شکوہ کہ ''میں نے مہدوی عقائد کو غلط کہنے کے لئے نہ نصِ قرآنی کا حوالہ دیا ہے نہ حدیثِ نبوی کا نہ متقدمین میں سے کسی عالم کا'' بالکل بے جا ہے اسلئے کہ عقائدِ اسلام تو آپ کے عقائد سے ایک ہزار سال قبل سے متواتر چلے آرہے ہیں، ان سے ہٹ کر آپ حضرات نے یہ عقائد وضع کئے ہیں، تو آپ مدعی ہیں اور البینۃ علی المدعی کے قاعدہ کے مطابق اپنے خیالات کو سلف صالحین اور علماء متقدمین کے حوالہ سے مؤکد کرنا آپ کی ذمہ داری ہے، اس سے اختلاف کرنے والے کی ذمہ داری نہیں ہے۔ پھر یہ شکوہ مجھ سے اس وقت

بھلا لگتا جب کہ آپ بھی اس کا اہتمام کرتے، حالانکہ آپ صرف یہ کہتے ہیں کہ ''سلف سے خلف تک سب کا یہی عقیدہ ہے'' اور یہ کہ ''شروع سے اسلامیات کا حصہ ہے'' حوالہ میں شیخ اکبر ہیں یا صاحبِ عمدہ!

قولہٗ: ان کے صحابہ کو دیکھ کر صحابہ کی یاد تازہ ہوتی تھی (ص:۶۵)

اقول: ان لوگوں میں سے کسی نے بھی المہدی کے اصحاب واحباب کو ''صحابہ'' نہیں کہا ہے، صحابہ ہمارے عرف میں صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب کیلئے مستعمل ہے، اور وہ جماعت بقیہ پوری امت سے افضل وممتاز جماعت ہے۔

البتہ آپ حضرات اور مرزائی لوگ اپنے پیشواء کے رفقاء کو بھی صحابہ کہنے کی بدعت جاری کئے ہوئے ہیں۔

(اس کے بعد قرآن کریم کی ایک آیت وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ کتابت کی متعدد غلطیوں کے ساتھ نقل کر کے اس کی روشنی میں فرمایا گیا ہے)

قولہٗ: ہم قوی صاحب سے امید رکھتے ہیں کہ حضرت سید محمد جونپوری مہدی علیہ السلام کی ذات، تعلیمات اور اعمال کا قرآنی پاک اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ پاک کی روشنی میں غیر جانبدرانہ مطالعہ کریں اور اللہ سبحانہ تعالیٰ سے مدد کے طلب گار رہیں تو خود ان کو راستہ مل جائے گا ورنہ قرآنی وعید کی زد میں رہیں گے اور خواہش کی جاتی ہے کہ وہ پہلے اپنے ذہن میں خائم کردہ مقام مہدی علیہ السلام کو ہٹا کر احادیث کی روشنی اور متقدمین کے بیانات کی روشنی میں مہدی علیہ السلام کی شخصیت اور مقام کا صحیح اور واضح تعین بھی کرلیں تو پھر ان کو یہ لکھنے کی ضرورت نہ ہوگی کہ ''سید محمد جونپوری تعین کے بغیر مہدی کو ماننے والے کا ایمان بھی معتبر نہ ہوگا''۔ (ص:۶۵/۶۶)

اقول: الحمدللہ! ہم غیر جانبدارانہ مطالعہ کر چکے ہیں، آپ جن غیر مہدوی بزرگوں کی تعریف میں رطب اللسان ہیں انہی کی طرح ہمارا بھی موقف یہ ہے کہ ''میراں صاحب'' کے علمی وعملی کمالات اور اس زمانہ کے سماج پر ان کے زہد وتقویٰ کے اثرات اپنی جگہ! لیکن ان کا دعوئے مہدویت غیر معتبر! اسکا سبب یا تو ان کی اجتہادی غلطی ہے یا پھر مغلوبیت واستغراق کا نتیجہ!! ذہن میں جو مقام مہدی قائم ہے وہ احادیث معتبرہ کی روشنی میں قائم ہے،

البتہ آپ نے احادیث وآثار اور اجماعِ امت سے ہٹ کر مہدی کا ایک ذہنی مقام جو بنا رکھا ہے اس کی معقولیت کو سمجھنے کے واسطے یہ سب کوشش ہو رہی ہے۔

قولہٗ: اس حوالہ میں موصوف نے بد دیانتی، جھوٹے اور بے غیرتی کی انتہا کر دی ہے اور خود کو پوری دنیا کے مسلمانوں کا ترجمان بتلا کر بچکانی اعتراض کے علاوہ جھوٹ لکھنے کے رکارڈ توڑا ہے، اللہ سبحانہ تعالیٰ کہتا ہے "لعنۃ اللہ علی الکاذبین" (جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے) یہ تحریر اصل میں فتوحات مکیہ کی ہے اور اسکو حضرت محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے۔ (ص:۶۶)

اقول: محی الدین ابن عربی کا قول صاحبِ انصاف نامہ نے اپنے عقیدہ کی تائید میں لیا ہے، پیچھے خود بھی اسی کا دعویٰ کر کے آئے ہیں، اگر مصنف اس عبارت کو شیخ اکبر کی تردید کیلئے لکھتے تو اسے میرا جھوٹ بد دیانتی کہہ سکتے تھے، لیکن جب انہوں نے اپنے عقیدہ کے ثبوت کیلئے لکھا ہے تو آپ کا یہ واویلا بے ضرورت اور بے جا ہے۔ میں نے کہیں بھی عبارت کو مصنف کے نام سے نقل نہیں کیا ہے، کتاب کے مشمولات کے طور پر لیا ہے، اور کتاب ہی کی طرف منسوب کیا ہے پھر بھی آپ پورا باب پڑھ کر دیکھ لیجئے مصنف کا بھی یہی اعتقاد ہے جو شیخ اکبر کے حوالہ سے انہوں نے نقل کیا ہے، شیخ اکبر نبی تو نہیں ہیں کہ وہ جو بھی کہہ دیں عقیدہ بن جائے، جب کہ وہ خود اہل اسلام میں اپنی شطحیات اور ظاہر کتاب وسنت سے معدول تعلیمات کی وجہ سے حد درجہ متنازع فیہ شخصیت ہیں، اسی لئے فصوص کے مترجم نے ہر فص میں شیخ کی عبارت سے پہلے غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ظاہر کرتے ہوئے مسلمانوں کے اجماعی عقیدہ کی وضاحت پر مشتمل ایک نوٹ لکھنا ضروری سمجھا ہے۔

قولہٗ: ہم نیچے فتوضات کی تحریر جو انصاف نامہ کے ص:۱۶ سے شروع ہوتی ہے، سے کچھ اور اقتباسات دیتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ یہ ساری باتیں حضرت میراں سید محمد مہدی موعود علیہ السلام اور ان کے گروہ میں موجود تھیں اور آج بھی کسی حد تک موجود ہیں، اس طرح آپ کو حضرت محی الدین ابن عربی کی تحریرات سمجھنے کا موقع بھی مل جائے گا کیوں کہ آپ نے اپنے "گذارش احوال" میں اقبال کیا ہے کہ محی الدین ابن عربیؒ کی تحریرات کو سمجھنا مشکل ہے صحابۂ مہدی کی شان میں بیان کیا ہے کہ "وہ لوگ صحابہ کے قدم بہ قدم ہوں گے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے معاہدات میں سچے اتریں گے، اور وہ عجم کے ہوں گے ان میں کوئی عربی نہ ہوگا، لیکن عربیت (قال اللہ وقال الرسول) سے ہی گفتگو کریں گے۔ (ص:۶۷)

اقول: ۱) صحابہ مُہدی سب عجمی ہوں گے، اور کوئی عربی نہ ہوگا کونسی حدیث میں ہے؟ فتوحات کی عبارت میں صرف لا یتکلمون الا بالعربیۃ ہے جس کا ترجمہ ''وہ صرف عربی زبان میں گفتگو کریں گے'' ہوتا ہے کیا اصحابِ مہدی سب عربی زبان ہی میں گفتگو کرتے تھے؟ اور اگر آپ کی تشریح اضافی بھی مان لی جائے تو ہم بھی تو یہی چاہتے ہیں کہ ان عقائد کا اثبات ''قال اللہ و قال الرسول'' سے ہو جائے نہ کہ قال الشیخ اکبر اور قال الامام سے۔

۲) ص ۱۶ سے شروع ہو کر کہاں تک جاتی ہے؟ غالباً آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ جتنی عبارت عربی کی ہے وہ سب ''فتوحات'' کی ہے۔ جی نہیں! ''انصاف نامہ'' میں فتوحات کی عبارت اور مصنف کی عبارت خلط ملط ہے۔ نیز شیخ اکبرؒ نے یہ ''مشارکت'' صرف ''ادراک'' کے حد تک فرمائی ہے وہ بھی مہدی کی تخصیص کے ساتھ نہیں تمام اولیاء اللہ کیلئے عام ہے، کتاب میں شیخ اکبرؒ کے نامکمل جملے درمیان میں شامل کر لئے گئے ہیں۔

۳) اسی طرح شیخ اکبرؒ نے اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ والی آیت میں مَنْ کو خاص نہیں کیا عام مراد لے کر تمام اولیاء کو شامل فرمایا ہے، مہدی کا ذکر تک نہیں کیا۔ (دیکھئے ص: ۳۲، ۳۳ ج: ۳)

۴) معصوم ہونے کی بات بھی شیخ اکبرؒ نے نہیں کہی ہے، بلکہ یہ وضاحت کی ہے کہ اولیاء کو علم لدنی اور مکاشفات میں جن حقائق کا علم ہوتا ہے، اگر علماء رسوم یعنی کتاب وسنت کے پابند علماء و اتقیاء اس کو تسلیم نہیں کرتے تو یہ ان کا حق ہے، اس ولی کو اپنا علمِ مکاشفہ چھپانا چاہئے اور فقہاء پر رد نہیں کرنا چاہئے، خواہ نفس الامر یعنی علمِ مکاشفہ میں وہ (علماء کا قول) خطا ہی کیوں نہ ہو۔ (ص: ۴۳ ج: ۳)

بہر حال ''انصاف نامہ'' کی عبارت کو مکمل طور پر فتوحات کی عبارت سمجھ کر آپ نے جو چار باتیں ثابت کی ہیں وہ چاروں بھی فتوحات میں اس طرح موجود نہیں ہیں، بلکہ بعض بالکل آپکے خیال کے خلاف اور جمہور علماء اسلام کے موافق ہیں والحمد للہ رب العالمین۔

۵) شیخ اکبر کی تحریروں کو سمجھنے میں آپ کے کلام سے کوئی مدد تو نہ مل سکی، البتہ اس بہانے فتوحات سے ان نقول کی مراجعت کا موقع مل گیا، جس سے اس کی تحقیق ہوگئی کہ شیخ اکبر ان باتوں سے بری ہیں۔

قولہٗ: ہم ہمارے بزرگان تو کیا کوئی بھی مسلمان اپنی کم مائگی اور ضعف کردار کے باوجود کسی کے حوالوں میں ایسی بے جا مداخلت اور اُلٹ پھیر نہیں کرتا جیسی کہ آپ نے کی ہے۔(ص:۶۷)

اقول: میں نے گذشتہ مغالطہ کے جواب میں ابھی بتلادیا ہے کہ فتوحات کی عبارت اور صاحبِ انصاف نامہ کی عبارت میں اختلاط پایا جاتا ہے، خود آپ نے بھی بلا تحقیق نقلِ محض پر اکتفا کیا ہے، نیز ضمیمہ میں غیر مہدوی بزرگوں کی جو عبارات نقل کی ہیں اس میں کتنی خیانتوں سے کام لیا گیا ہے وہ ضمیمہ ہی میں ان شاء اللہ پیش کی جائیں گی۔

قولہٗ: یہ لوگ عبداللہ سلطان پوری جس کو مخدوم الملک کا خطاب بھی ملا تھا کے جانشین کے پجاری ہیں، اور گھروں میں بزرگوں کی خبروں کے حیلہ میں سونا چاندری کی اینٹیں دبا کر نہیں رکھتے بلکہ ان لوگوں کے بینک لاکر ہوتے ہیں جن میں یہ اپنی ناجائز اور حرام آمدنی چھپا کر رکھتے ہیں۔ یاد رکھیں گے مہدویت اور مہدی علیہ السلام کی مخالفت کی ایک بڑی وجہ مال و دولت اور دنیا سے ان کی محبت ہے۔ (ص:۷۰)

اقول: ۱) حرام آمدنی چھپا کر ''رکھتے ہیں یا رکھیں گے''، تو مشکوک جملے ہیں، میرے بینک لاکرز ہونا اور ان میں حرام آمدنی چھپی ہوئی ہونا یا تو آپ کو کسی ذریعہ سے معلوم ہوا ہوگا یا کشف سے! جس صورت سے بھی معلوم ہوا ہو بہر حال غلط معلوم ہوا ہے۔

۲) مہدویت سے عناد و عداوت کی جو''بڑی وجہ'' آپ نے تشخیص فرمائی ہے وہ اس وقت صحیح ہوتی جبکہ مہدوی برادری تارک الدنیا اور زاہد ہوتی، ہم تو بچشم سر دیکھ رہے ہیں کہ مہدوی حضرات اہل اسلام کے مقابلہ میں کچھ زیادہ ہی مالدار اور دولتمند ہیں، ملک میں بھی بیرونِ ملک بھی، ہمیں دنیا داری اور حرام خوری کی اتنی ہی عادت ہوتی تو فطرۃً ہم مہدویت کو عزیز رکھتے اور اختلاف کے بجائے تعلقات ہموار کرتے تاکہ کچھ اور بٹور سکیں۔

۳) اس مواخذہ میں آپ نے تین نمبروں کے تحت سات باتیں لکھی ہیں اور دعویٰ کیا ہے کہ یہ سات باتیں انصاف نامہ کے ص ۱۶ سے لیکر ص ۲۰ تک منقول فتوحات کی عبارت

سے مفہوم ہوئے ہیں۔ اگر آپ کا یہ دعویٰ صحیح ہے تو براہِ کرم یہ پوری عربی عبارت فتوحاتِ مکیہ میں یا اردو عبارت فتوحاتِ مکیہ کے ترجمہ میں دکھادیں، ہم نے تینوں جلدیں دیکھ لیں یہ عبارت ہمیں نہیں مل سکی اور اگر نہ دکھاسکیں تو دعویٰ واپس لے لیں۔

قولہٗ: مہدویوں کا عقیدہ واسق ہے کہ کلام پاک مکمل اور کامل ہے، دین پورا کا پورہ رسول مقبول ﷺ پر اُترا اور اس کی تین بنیادیں حدیث جبرئیل میں بیان کی گئی ہیں۔ (۱) ایمان (۲) اسلام (۳) احسان۔ آنحضرت ﷺ نے ایمان اور اسلام کی تعلیم عام کی اور اس کی دعوت اور بیان بھی عام ہی رہے۔

(آگے غیر متعلقہ بات حسب معمول چھڑ گئی تھی جس کو آپ نے۔ ''خیر یہ الگ مسئلہ ہے''۔ کہہ کر روک دیا)

تیسری بنیاد یعنی احسان کی تعلیم رسول مقبول ﷺ نے مخصوص حضرات کو جن میں صلاحیت محسوس کی دی۔ (ص:۷۱، ۷۲)

اقول: ۱) قرآن کامل و مکمل ہے، پورا دین رسول مقبول ﷺ پر اُترا، اس کی تین بنیادیں تو نہیں البتہ تین شعبے ہیں، یہاں تک کوئی اختلاف کی بات نہیں، تشنۂ ثبوت جو بات ہے وہ آپ کا یہ دعویٰ جس میں فرمایا گیا ہے کہ ''ایمان و اسلام کی دعوت عام رہی اور احسان کی مخصوص لوگوں تک محدود'' یہ دعویٰ میراں صاحب سے ماقبل کسی عقیدہ کی کتاب یا تفسیر وحدیث سے ثابت کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے کسی اثر سے کام نہیں چل سکتا، آپ نے خود فرمایا ہے کہ ''حدیث احاد ظن کا فائدہ دیتی ہے یقین کا نہیں اور اسی لئے اس پر عقیدہ کا مدار نہیں رکھا جاسکتا''۔

۲) ہمیں تو یہ معلوم ہے اور پوری اُمت یہ جانتی ہے کہ ایمان، اسلام اور احسان نیز فتن کے بارے میں جو علم امت کو دینا آپ ﷺ کے ذمہ تھا آپ نے دیدیا اور علی الاعلان اس کی شہادت بھی طلب فرمائی، جو باتیں کسی مصلحت سے عوام صحابہ رضی اللہ عنہم کو ابتداءً نہیں بتائی گئی ہیں وہ خواص صحابہ رضی اللہ عنہم کو بتلادی گئیں، اور انہوں نے وقت آنے پر لوگوں کے سامنے ظاہر کردیں، سوائے ان رازوں کے جن کے اظہار کی اجازت رازداروں کو نہیں دی

گئی، یہ وہ باتیں ہیں جو انہی کے سینوں میں ہمیشہ کے لئے محفوظ رہ گئیں۔اب ان کا علم کسی امتی کو ہونے والا ہے نہ اس کے اظہار کے لئے کسی کو مبعوث کئے جانے کا وعدہ ہے۔اس لئے ہر ایسے مدعی کو امت کے علماء نے مسترد کر دیا۔

۳)اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ فرمایا تھا،سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے اس حکم کو پورا کیا یا نہیں؟ اگر نہیں! تو وہ رسول کیسا جو اللہ کا حکم نہ مانے؟اور اگر ہاں! تو پھر آپ کا دعویٰ اس سے باطل ہو جاتا ہے۔

۴)خود حدیث جبرئیل کے اخیر میں ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے بعد میں صحابہ سے فرمایا اتاکم جبرئیل یعلمکم دینکم اس میں تو آپ نے جبرئیل کے ذریعہ پوچھوائے گئے ہر سوال کا جواب دیدیا ہے۔جبرئیل علیہ السلام دین سکھانے آئے تھے چُھپانے نہیں آئے تھے۔

اس لئے ہمارا عقیدہ واثقہ یہ ہے کہ قرآن کامل ومکمل، دین کامل ومکمل اور دین کے جو معنیٰ ومفہوم متفق علیہ ہیں وہی معتبر ہیں،سلف صالحین نے خیر القرون میں عقیدہ کی جو تشریح کر دی اور امت کا اس پر اجماع ہو گیا اس کے برخلاف ہر دعویٰ تشنۂ ثبوت ہو گا اور ثبوت شرعی (کتاب وسنت اور اجماعِ امت) نہ ہو تو وہ باطل ہو گا خواہ کسی نے کہا ہو۔

قولہٗ: اس حوالے میں بھی موصوف نے الٹ پھیر کا کمال دکھایا ہے............ یہ اعتراض کرنے کیلئے موصوف نے اتنی لمبی چال چلی اور اپنی بد دیانتی کا زندہ ثبوت چھوڑا.................. (ایسا کرنا) غالباً سب سے بڑی دیانت داری اور خدا پرستی ہے............اسی ہی بات کی تشریح تفسیر کشف الحقائق میں کی گئی تھی،جس کو آپ نے بڑی ہوشیاری سے چھوڑ دیا اور صرف ادھورا ٹکڑا لکھ کر اعتراض کر دیا،آخر آپ یہ کس طرح کی دینداری کر رہے ہیں؟ (ص:۷۱،۷۲)

اقول: ۱)میرا قصور یہ ہے کہ ’’اور کشف الحقائق میں ہے‘‘ چھوڑ دیا یا چھوٹ گیا۔ اب اس کی وجہ واضح کرنا بے سود ہے البتہ اس کے بعد آپ کے عقیدہ پر مبنی عبارت بعینہٖ نقل کی،اس پر آپ مذکورہ بالا تمام الزامات طبیعت سے لگاتے چلے گئے جبکہ میں نے اپنی تمھید میں صاف عرض کر دیا تھا کہ میں نے حتی المقدور احتیاط سے کام لیا ہے، پھر بھی کہیں غلطی ہوئی ہے تو آپ کا حق ہے کہ توجہ دلائیں،اگر مجھے الٹ پھیر کرنی ،لمبی چال چلنی ،بد دیانتی برتنی،

ہوشیاری دکھائی ہوتی تو میں خود آپ سے اغلاط کی نشان دہی کی خواہش کیوں کرتا؟ اصل میں بات یہ ہے کہ آپ نے قلم اٹھاتے وقت تمام اقتباسات کو غلط دکھانے کا دم بھرا تھا مگر آپ کو کتاب میں گرفت کے مواقع نہ مل سکے ایک آدھ ملا تو سارا نزلہ اسی پر گرایا۔ خیر! میں اسے آپ کی مجبوری سمجھتا ہوں، اور بے ضرورت لگائے گئے متعدد الزامات اور طعنوں کو آپ کی بزرگی کے نذر کر دیتے ہیں۔

۲) آگے جو عبارت میں نے نقل نہیں کی وہ اسلئے کہ نفس عنوان سے تعلق نہ تھا، دوسرے اس منطق کو آپ جیسی عبقری شخصیتوں کے علاوہ عام مسلمان سمجھ نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ اب حقیقۃ الحقائق اور دقیقۃ الدقائق جیسے الفاظ سمجھنے والے تو کیا دین کی بنیادی باتوں کا علم رکھنے والے بھی نہ رہے۔

ہمارا یقین ہے کہ آپ نے اسے نقل تو فرمایا ہے لیکن خود آپ نے بھی اسے نہیں سمجھا ہوگا اسلئے کہ جو صلاحیت اس پورے ''رد'' میں سامنے آئی ہے اس میں اس کے ہضم کی کوئی گنجائش نہیں دکھائی دیتی۔

> **قولہٗ:** ہم ان سے پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ ایک طرف تو وہ مہدی کے متعلق احادیث کو متواتر اور متفق علیہ احادیث کہتے ہیں اور ان کا انکار کفر بھی مانتے ہیں (دیکھو مطالعہ مہدویہ کا صفحہ ۱۶ شق ۹) اور دوسری طرف ان احادیث سے حاصل ہونے والے نتیجہ کا انکار اس طرح کرتے ہیں کہ کوئی بھی مسلمان ان باتوں کا قائل نہیں آخر یہ دورخی چال کیوں؟ (ص:۷۵)

اقول: آخری زمانہ میں آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے اللہ کے ایک مردِ صالح و متبع سنت ولی کامل ـــــ جس کو ''المہدی'' کہا گیا ہے ـــــ کا آنا متواتر و متفق علیہ ہونے سے کسی مسلمان کو واقعی انکار نہیں؛ لیکن تواتر و اتفاق بس اسی پر ہے، اور خود آپ کے نزدیک بھی یہ تواتر صرف چار باتوں کی حد تک ـــــ ہی ہے بقیہ اور تفصیلات نہ متواتر و متفق علیہ ہیں، نہ اعتقادات میں شامل ہیں، نہ ان پر ایمان لانا ضروری ہے، لیکن مہدی کے مقام سے متعلق آپ حضرات کے دعاوی تو متواتر و متفق علیہ اسلامی عقائد کے بالکل برخلاف ہیں۔ مثلاً یہی کہ نبی کے تابعِ تام کا مفہوم نبی کے ہم مقام لینا جیسا کہ آپ نے اسی زیر بحث پیراگراف

میں لکھا ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت فرض تھی اس طرح مہدی کے ساتھ ہجرت فرض تھی‘‘ تو آپ ہی بتلائے کہ یہ اعتقاد قرآن کریم کی کس آیت کی دلالت سے کس حدیث متواتر المعنیٰ سے یا کس امام مجتہد کی تحقیق سے ثابت ہے؟ سوائے اس کے کہ آپ نے قیاس فرمالیا ہے کہ مہدی جب نبی کا ہمسر ہے تو دونوں میں تساوی ضروری ہے جبکہ یہ قیاس اور یہ اعتقاد میراں صاحب سے قبل نہیں پایا جاتا ہے۔ غرض یہ کہ ہم دورخی سے کام نہیں لے رہے ہیں، مہدی کے مقام کا جو حصہ متفق علیہ اور متوارث ہے اس سے اتفاق کر رہے ہیں اور جو حصہ غیر منصوص غیر متوارث اور اختلافی ہے اس سے اختلاف کر رہے ہیں، اس کو دورخی نہیں کہتے۔ آپ کے سوال کا جواب تو ہم نے دیدیا اب ہم آپ سے یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ آپ مہدی کو نبی کا تابع تام بھی کہتے ہیں اور ہم مقام بھی کہتے ہیں آخر یہ دورخی کیوں؟ یاد رہے کہ آپ نے زیر نظر کتاب کے ص: ۷۵ پر ہمسری کے اپنے عقیدہ کو تسلیم کیا ہے۔

قولہٗ: تیسری بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تحریر میں مہدویوں پر جھوٹا الزام لگایا کہ ہم مہدیؑ کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل مانتے ہیں اور دلیل میں ظاہر و باطن کا حوالہ دیا ہے جو بے محل ہے.................ہم مہدی کو رسول مقبول کے تابع تام مانتے ہیں اور اس جہت سے ظاہر و باطنی حیثیت میں بھی صرف ہمسری ہی ثابت ہوتی ہے فضیلت نہیں، کیونکہ جس ولایت کے مظہر مہدی ہیں وہ بھی ولایتِ محمدی ہی ہے، قوی صاحب کے اعتراضات کے جواب میں پتا نہیں ایک بات کو کتنی بار دہرانا پڑے۔ (ص:۷۵)

اقول: ۱) ہم ایک بات کو سینکڑوں مرتبہ دُہرانے کی زحمت نہیں دے رہے ہیں، وہ آپ بلا وجہ ہی اٹھا رہے ہیں، ہمارا معروضہ تو بس یہ ہے کہ آپ کتاب وسنت اور اجماعِ امت سے ’’ہم سری‘‘ ہی ثابت کر دیں، خواہ افضلیت نہ سہی۔

۲) ہم نے آپ پر جھوٹا الزام کیسے لگایا آپ خود یہ کہہ رہے ہیں کہ ’’جس ولایت کے مظہر مہدی ہیں وہ بھی ولایتِ محمدی ہی ہے‘‘ اور یہ آپ اور آپ کے بڑے مان چکے ہیں کہ ’’ولایتِ محمدی نبوتِ محمدی سے افضل ہے‘‘۔

۳)"مذھب ما کتاب اللہ و اتباع رسول اللہ" کے بعد بھی بحث کی ضرورت اس لئے باقی رہ جاتی ہے کہ آپ کا مذہب وہ باتیں بھی بتلاتا ہے جو کتابُ اللہ اور رسول اللہ سے ثابت نہیں ہیں، اگر قول وعمل میں تضاد نہ ہوتا تو اس سے اچھی بات کیا ہوتی؟ اور ولایت کی علاحدہ تعلیمات کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی؟

> **قولہٗ:** اب قارئین پر واضح ہوگیا کہ قوی صاحب نے کس طرح تحریفات کے ذریعہ سے مہدویوں پر اعتراضات کئے ہیں، ان کے ہر اعتراض میں یا تو تحریفِ لفظی ہے یا پھر معنوی طور پر مفہوم کو بدلنے کی کوشش نمایاں ہے، ہم نے یہاں چند نمونے پیش کئے ہیں تا کہ قارئین کی تشفی ہو جائے.......................کتاب کے دوسرے حصہ کا انتظار کیجئے۔ (ص:۷۵)

اقول: ۱) میں نے ص: ۴۰ سے لیکر ص: ۱۳۱ تک ۹۰ صفحات میں قوم کی کتابوں سے ۱۴۴ باتوں کی نشاندہی کی تھی، آپ نے ان کا نام "اعتراض" رکھا ہے تو چلئے اعتراض ہی کہہ لیجئے، لیکن ان ۱۴۴ اعتراضات میں آپ نے دو مقامات پر لفظی تحریف اور ایک مقام پر معنوی تحریف نوٹ کی ہے، اور اس کی وضاحت کیلئے اپنی کتاب کے ۷۵ صفحات سیاہ کئے ہیں۔ اس تحریف کی حقیقت بھی اپنی جگہ واضح کر چکا ہوں۔ عرض کرنا یہ ہے کہ ۱۴۴ میں سے تین مقامات پر غلطی نکال کر یہ کہنا کہ "ہر اعتراض میں یا لفظی تحریف ہے یا معنوی تحریف" کس دین ودیانت کی دَین ہے؟

۲) تمام قارئین کی تو نہیں البتہ معتقدین کی تشفی ضرور ہوگئی ہوگی، کیونکہ کسی انصاف پسند قاری کیلئے جو دونوں کتابوں کا بہ غور مطالعہ کریگا آپ کا جواب تشفی بخش ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا۔

۳) اب تک دوسرے حصے کا انتظار ہی ہوتا رہا، ممکن ہے آپ کو اس کیلئے ہمارے جواب کا انتظار رہا ہوگا کہ اگر ہم جواب نہ دیں تو پھر کیوں مزید مغز ماری کی اس مصیبت کو مول لیا جائے۔

ردقوی کے

ضمیمہ ۱ کی تحقیق

غیر مہدوی علماء کے حوالوں کی حقیقت

جناب عالی نے اپنے رسالہ میں ایک ضمیمہ بہ عنوان۔''حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام کے تعلق سے غیر مہدوی مورخین، اور مفکرین کے خیالات''۔ جملہ ۳۰ر صفحات اور ۲۰ر شخصیات کی تحریروں پر مشتمل شامل کیا ہے۔(ص:۷۶ تا ۱۰۶) اور اس کا مقصد بقول آپ کے راقم عاجز اور اس کے ہم نوا علماء کرام کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیاں دور کرنا ہے۔ (ص:۷۰)

اس ضمیمہ کے سلسلہ میں عرض ہے کہ:

(۱) پہلے تو اس کی ضرورت ہی نہ تھی اس لئے کہ میرے رسالہ کا موضوع میراں صاحب کی شخصیت اور ان کی ولایت و بزرگی نہیں تھا، ان کا مہدئ موعود ہونا، ان کی ذات کا ہم سر رسول ہونا، معصوم عن الخطاء ہونا، اور بیان قرآن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ومبعوث ہونا وغیرہ جیسے دعاوی کی تحقیق تھا، جبکہ اس سلسلہ میں آنجناب نے کوئی زحمتِ جواب گوارا نہیں فرمائی، پورے ضمیمہ کو ہم نے غور سے مطالعہ کیا کہ شاید نفس موضوع پر کچھ قابلِ غور مواد فراہم ہو جائے مگر تحصیل حاصل کے علاوہ کچھ ہاتھ نہ آیا۔

(۲) میراں صاحب کی شخصیت پر آپ نے جو بے ترتیب اور بے جوڑ اقتباسات اکھٹے کئے ہیں، ان سے زیادہ جامع، مرتب اور پُر مغز اعتراف تو حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے ''تاریخِ دعوت وعزیمت''، میں فرمایا ہے، اتنے مقصد کیلئے ان کی عبارت اس سے

کہیں زیادہ مفید و مؤثر تھی، البتہ مولانا نے آخری پیراگراف میں پورے احترام اور غایت حزم واحتیاط کے ساتھ مہدویت اور اس کی واقعیت کا جو جائزہ لیا ہے، وہ اصل موضوعِ گفتگو تھا، جب کہ وہی موضوع آپ کے پورے ضمیمہ میں تشنۂ تحقیق ہے۔ ان کی ولایت و بزرگی، زہد وتقشّف، ورع وتقویٰ، علم وفضل اور انقلاب آفرینی اپنی جگہ مسلم! یہ کمالات اور ایسی سحر انگیزی واثر آفرینی — جوان مورخین نے میراں صاحب سے متعلق ذکر کئے ہیں تنہا انہی کی خصوصیت نہیں ہے، تاریخ اسلام اس کی مثالوں سے بھری پڑی ہے، بلکہ بعض دیگر اولیاءاللہ کے بارے میں ان سے عظیم تر اثرات اور وسیع تر برکات کا پتہ دیتی ہے۔ کیونکہ یہ امتِ محمدیہ ایک زندہ وتابندہ اُمت ہے، اس کے جلو میں سینکڑوں ہزاروں نہیں لاکھوں نفوسِ قدسیہ شانِ مہدیت کے ساتھ جلوہ گر تھیں، ہیں اور رہیں گی، تا آنکہ اس آخری مہدی کا ظہور ہوجائے جن کے بعد پھر کوئی مہدی نہیں۔ میراں صاحب کی عظیم شخصیت کے بارے میں اگر کوئی غلط فہمی کسی کو ہے تو اس کا سبب مہدوی علماء کا وہ لٹریچر ہے جس نے ان کو مافوق الولایت والہدایت بنا کر مہدی کے اجمالی تصور کے برخلاف نت نئے مسائل پیدا کردئے ہیں، یا پھر میراں صاحب کے وہ خلافِ شرع دعاوی ہیں جو خاص حالات وکیفیات میں انکی زبان سے صادر ہوئے ہیں، بشرطیکہ ان کی نسبت ان کی جانب صحیح ہو، اسلئے کہ آپ ہی کے پیش کردہ تاریخی حوالہ جات کو اصل کتاب میں مکمل پڑھنے سے ہمارا یہ خیال مزید مؤکد ہوجاتا ہے کہ آپ حضرات کے لٹریچر میں موجود بہت سے دعاوی کی نسبت ان کی جانب مشتبہ ہے۔

(۳) آپ نے جن تاریخی کتب اور شخصیات کے اقتباسات اپنے ضمیمہ میں جمع فرمائے ہیں میں نے ان کو پڑھنے کے بعد اصل کتابوں سے رجوع کرنے کی کوشش کی تاکہ مکمل بصیرت حاصل ہو۔ الحمدللہ تعالیٰ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ دورانِ مطالعہ اس بات کی تحقیق ہوتی چلی گئی کہ یہ مؤرخین بھی میراں صاحب کی علمی وعملی بزرگیوں سے رطب اللسان ہونے کے باوجود دعوائے مہدیت اور ادعائے معصومیت کو ان کی اجتہادی غلطی قرار دیتے ہیں یا پھر انہیں اس سے بری سمجھتے ہیں۔ خواہ وہ ابوالکلام آزاد ہوں یا کوئی اور تذکرہ نگار! تفصیل کیلئے براہِ کرم نقلوں پر اکتفاء کرنے کے بجائے اصل کتابوں میں ان مصنّفین کا پورا مضمون ملاحظہ

فرمائیں ۔مثلاً آئینِ اکبری، تاریخِ سندھ، تاریخ مذاہب،——جن کا آپ نے حوالہ دیا ہے ——کے مصنّفین کی درج ذیل عبارات آپ ہی کی ماخوذات سے نقل کرتا ہوں ۔

- مولانا غلام رسول مہر کی جتنی عبارت آپ نے نقل کی ہے اس میں دعوائے مہدویت کی صحت وعدم صحت سے متعلق گفتگو کوانھوں نے چھیڑا ہی نہیں، البتہ میراں صاحب کو ''بہت بڑے عالم اور غیور مسلم'' مانا ہے۔ (دیکھئے ردقوی ص:۸۲)
- رشید احمد قلات کی عبارت میں میراں صاحب کو''سرزمینِ ہند کے سب سے پہلے اور قابلِ ذکر مصلح'' کہا گیا ہے۔ (دیکھئے ردقوی ص:۸۲)
- ڈاکٹر سید اطہر عباسی کی عبارت میں میراں صاحب کو''ایک نوجوان عالم'' قرار دے کران کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔
- روزنامہ حریت والے مضمون میں بھی میراں صاحب کو''اسلام کے سرکردہ مبلغوں، مجددوں اور اولیاء کرام'' میں شمار کیا گیا ہے۔ (دیکھئے ردقوی ص:۷۹)
- اورینٹل کالج میگزین میں بھی میراں صاحب کوایک'' کامیاب ریفارمر اور اعلیٰ درجہ کا مُصلح'' قرار دیا گیا ہے (دیکھئے ردقوی ص:۸۰)

حاصل یہ ہے کہ جن غیر مہدوی مگر معتبر شخصیتوں کو آپ نے بطور محقق ومنصف مؤرخ کے پیش کیا ہے ان میں سے کسی نے بھی میراں صاحب کو——ان کی دعوتی واصلاحی مخلصانہ مساعی کو سراہنے کے باوجود——''مہدیٔ موعود'' تسلیم نہیں کیا ہے، ہمارا بھی بس یہی کہنا ہے۔

(۴) مجھے آپ کی ذکر کردہ سب کتابیں دستیاب نہ ہوسکیں، کیونکہ ان میں بعض روزنامے اور اخبارات بھی ہیں اور بعض نادرالوجود کتب بھی ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حوالہ درحوالہ پر اکتفا کیا ہے، پھر بھی جو کتب مجھے مل سکیں اوران سے آپ کی منقولہ عبارات واقتباسات کی جب مراجعت کی گئی تو بڑا افسوس ہوا کہ جن''کارگذاریوں'' کا آپ نے مجھ پر الزام لگایا تھا اس میں آپ تو اس راقم عاجز کے استاذ نکلے۔خیانت، جھوٹ، جھوٹ بولنے کی قسم کھا کے آنا، ریکارڈ توڑ جھوٹ، عاقبت کا سودا کرلینا، بے غیرتی کی انتہا اور روزنی

عقل والا وغیرہ الفاظ کو استعمال کرنے کی آن جناب کے مقامِ علم اور بزرگئ عمر کے مدنظر مجھے ہمت نہیں ہے۔اسلئے دامنِ ادب گرفتہ ان بزرگوں کی وہ عبارات جو آپ نے مفید مطلب نہ ہونیکی وجہ سے چھوڑ دیں یہاں آپ کی غلط فہمی یا عدمِ واقفیت کو دور کرنے کیلئے نقل کرتا ہوں، خط کشیدہ عبارات بطور خاص ملاحظہ فرمائیں:۔

① از تذکرہ......مولانا ابوالکلام آزادؒ

یہ فرقہ سید محمد جونپوری کی طرف منسوب ہے،جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ مہدی ہونے کے مدعی تھے اگرچہ آگے چل کر اس فرقہ کے عقائد میں بہت سی نئی نئی باتیں اور حد غلو سے بھی گذرے ہوئے اعتقادات شامل ہو گئے،لیکن میرا خیال ہے کہ اسکی بنیاد صداقت وحق پرستی پر پڑی تھی یعنی دعوت وتبلیغ حق واحیائے شریعت وقیام فرض امر بالمعروف ونہی عن المنکر اس کا مقصدِ اصلی تھا،اور خود سید محمد[1] اور ان کے پیرووں کی پہلی جماعت کے اکثر بزرگ بڑے ہی پاک نفس اور خدا پرست لوگ تھے،اس قسم کے معاملات ہمیشہ ابتدا میں کچھ ہوتے ہیں اور آگے چل کر کچھ اور بن جاتے ہیں،اور فتنۂ غلو وتاویل پچھلی امتوں کی طرح اس امت کی ہر جماعت کے لئے بھی ایک بڑا فتنہ رہا ہے،یہی حالت اس جماعت کو بھی پیش آئی اور رفتہ رفتہ اسکی بنیادی صداقت اخلاف کے غلو ومحدثات میں گم ہوگئی۔(تذکرہ ص:۴۷)

② از تذکرہ

سید موصوف کا معاملہ عجیب ہے اور طرح طرح کے دعاوی وشطحیات ان کی جانب منسوب کیے گئے ہیں،معتقدین کی باتیں تو قابل توجہ نہیں کہ لوگ جس کسی کو پیشوا مانتے ہیں اس کو خدا بنائے بغیر نہیں چھوڑتے،اور اگر بہت احتیاط کی تو نبوت تک پہنچا کر چھوڑا،لیکن بعض قریب العہد اور قابلِ اعتماد راویوں نے بھی اس قسم کی باتیں لکھ دی ہیں کہ اول نظر میں طبیعت کو خلجان ہوتا ہے۔شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

”دراعتقادِ سید محمد جونپوری ہر کمالیکہ محمد رسول اللہ صلعم داشت ورسید،سید محمد را نیز بود،

---

[1] میں نے ادب ملحوظ رکھتے ہوئے ”میراں صاحب“ لکھا تھا تو ہندوؤں اور غیر مسلموں سے تشبیہ دی گئی تھی،یہاں کیا فرمایا جائیگا؟

فرق ہمیں ست کہ آنجا با صالت بودواین جا بہ تبعیت وتبعیتِ رسول بجائے رسیدہ کہ ہیچ او شد‘‘
شاہ صاحب کی یہ عبارت دیکھ کر مجھ کو خیال ہوا کہ ہمارے زمانے میں مرزا صاحب قادیانی کے معتقدین میں سے ایک بڑا گروہ بھی مرزا صاحب کی نسبت بعینہٖ یہی اعتقاد رکھتا ہے اور اسی اصالت وتبعیت کے فرق پر اپنے تمام غلو واغراق کی بنیاد رکھی ہے۔ وما اشبہ اللیلۃ بالبارحۃ[1] (تذکرہ ص:۵۱)

مولاناؒ ایک اور جگہ اس اختلاف کی حقیقت کو سمجھنے کے واسطے امام ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب ’’اعلام الموقعین‘‘ سے ایک عبارت نقل کر کے وضاحت کرتے ہیں کہ اس قسم کے مسائل میں لوگ دو قسموں میں بٹ جاتے ہیں، ایک طبقہ بلا تامل تضلیل وتکفیر پر اُتر آتا ہے، دوسرا طبقہ احکام ونصوص کو ان مدعیوں کا محکوم اور تابع بنا دیتا ہے۔ پہلے طبقے سے متعلق مولانا کے غیظ وغضب کو آپ نے خوب نقل کیا ہے لیکن دوسرے طبقے کا حال چھوڑ دیا ہے میں دوسرے طبقے کا حال آپ کی اطلاع کیلئے ذیل میں نقل کرتا ہوں جو اُن کے مضمون میں آپ حضرات ہی سے متعلق ہے۔

③ از تذکرہ

دوسری جماعت نے ائمہ واکابرِ دین کی پیروی اور محبت واعتقاد کے یہ معنی سمجھے کہ احکام ونصوص کو ان کا تابع ومحکوم بنا دیا، اور چند غیر معصوم انسانوں کی خاطر کتاب وسنت کو ترک کر کے اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی سرحد سے قریب ہو گئے، اس دوسری جماعت کا عجیب حال ہے یہ جب کبھی اپنے پیشواؤں کے کسی قول کو احکام ونصوصِ شرعیہ کے خلاف دیکھتی ہے تو اس کی جرأت اپنے اندر نہیں پاتی کہ قرآن وسنت کو مقدم رکھ کر اس قولِ مخالف کی تاویل کرے اور اس طرح شریعتِ الٰہی کو بھی اپنی جگہ چھوڑنے کی زحمت نہ دے اور پیشوایانِ اسلام کے دامن کو بھی مخالفتِ شریعت کے دھبے سے بچالے بلکہ برعکس اس کے کوشش کرتی ہے کہ اپنے پیشواؤں کی باتوں اور رایوں کو مقدم رکھ کر

---

[1] ’’ردقوی‘‘ کے ص:۵۷ پر آپ نے ظاہر وباطن کے حوالہ کو بلا دلیل کہا تھا، یہاں اصلیت وتبعیت کے پردوں پر کیا تبصرہ ہوگا؟

کسی نہ کسی طرح قرآن وحدیث کو ان کے مطابق کر دکھائے، اگر چہ ایسا کرنے میں تاویلِ نصوص، تحریفِ نصوص تک پہنچ جائے! پہلی راہ باعتبار اصل کے راہِ یہود ہے، اور دوسری راہِ نصاریٰ ہے اور اسلام نے دونوں کو بند کرنا چاہا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔
(تذکرہ ص:۵۵)

ایک جگہ مغلوب الحال اولیاء اللہ کی بظاہر خلاف شرع تعبیرات کے سلسلہ میں یہ بتلانے کے بعد کہ ''اہل حق کا طریق یہ ہے کہ یا ان کی تاویل کرتے ہیں یا ان کے معاملے کو عالم السرائر — یعنی بھیدوں اور دلوں کا حال جاننے والے خدا — کے حوالہ کر دیتے ہیں'' اہل حق کے برخلاف جو لوگ ان باتوں کو آنکھ بند کر کے بعینہٖ قبول کر لیتے ہیں ان کا رد کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں:

④ از تذکرہ

البتہ عمل واعتقاد ہر حال میں احکام شریعت وظواہر نصوص کتاب وسنت پر رہے، اور ان کے سوا کوئی نہیں جو محک حق و باطل اور حجت و برہان ہو، والعصمة للانبياء ومن عداهم قد يخطئ ويصيب، فمن ظن انه يكتفى بما وقع فى خاطره مما جاء به الرسول، فقد ارتكب اعظم الخطاءِ وضل ضلالا مبينا (تذکرہ ص:۵۴)

یعنی معصوم ہونا صرف انبیاء کی شان ہے ان کے علاوہ جو بھی ہیں وہ خطاء بھی کر سکتے ہیں درست بھی، پس جس شخص نے اپنے خیالات کو نبی کی تعلیمات کے مقابلہ میں کافی سمجھا اس نے بہت بڑا گناہ کیا اور کھل کر گمراہی میں جا پڑا۔

⑤ از تذکرہ

ایک اور جگہ لکھا ہے:

ارباب افراط وغلو کی ساری غلطی یہ ہے کہ وہ اپنے غیر معصوم پیشواؤں کے اقوال واحوال کو بمنزلہ اصل مرکز بنا لیتے ہیں، جس کو کسی حال میں اس کی جگہ سے ہلایا نہیں جا سکتا، اور پھر چاہتے ہیں کہ وحی الٰہی اور صاحبِ وحی کی نص کو اسکی جگہ سے ہٹا کر اپنے خودساختہ مرکز

تک لیجائیں، اور نہ جا سکے تو زبردستی کھینچ کر لے جائیں۔ (تذکرہ:ص ۵۸)

مذکورہ بالا چند اقتباسات سے معلوم ہوا کہ شیخ جمال الدینؒ کے تذکرہ کے ضمن میں مولانا ابوالکلام آزادؒ نے میراں صاحب اور ان کے چند جلیل القدر خلفا کا جو ذکر کیا ہے اس کا تعلق ان کی مہدیت و معصومیت سے کچھ نہیں ہے بلکہ اس کے ضمن میں جگہ جگہ واضح کرتے گئے ہیں، کہ اگر ایک طرف وقت کے علماءِ سوء نے اپنی اغراض کی خاطر ان کے ساتھ ناروا سلوک روا رکھا تھا تو دوسری طرف معتقدین و متبعین نے ان کی شطحیات و سُکریات کو عقیدہ و مذہب کا درجہ دے کر ایک متوازی دین کی بناء ڈالنی شروع کر دی تھی، ان کی ہادیانہ زندگی وسرگرمی سے مرعوب ہو کر انہیں ہی ''مہدیٔ موعود و آخر الزمان'' سمجھ بیٹھنے کی غلطی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اور معتقدین نے شہرت عام کی بنا پر (انہیں) مہدیٔ آخر الزماں سمجھ کر تمام علائم و آثار مرویہ کو اُن پر چسپاں کرنا شروع کر دیا تھا۔ (تذکرہ ص:۶۱ برحاشیہ)

✦ ضمیمہ میں عصر حاضر کے مؤرخ — شیخ محمد اکرام — کے حوالہ سے آپ نے جو اقتباسات نقل کئے ہیں وہ تو ہم نے پڑھ لئے ہیں، لیکن جو آپ نے ترک کر دیئے ہیں وہ ہم نقل کرتے ہیں، آپ بھی بغور ملاحظہ کر لیجئے:۔

⑥ از رودِ کوثر

اس زمانہ میں اضلاع پورب میں ایک تحریک شروع ہوئی، جس کا مقصد نہایت نیک تھا یعنی تجدید دین و احیاء ملت، اور اس نے بعض مخلص اور قابل افراد کو متاثر کیا لیکن اس قسم کی بہت سی دوسری کوششوں کی طرح یہ تحریک بھی بہت جلد بانیٔ تحریک کے شخصی دعوؤں جمہورِ امت کی مخالفت اور اصلاح کے چند نہایت خاص طریقوں تک محدود ہو کے رہ گئی۔ (رودِ کوثر ص:۲۵/۲۴)

⑦ از رودِ کوثر

مہدویہ جماعت کی ایک خصوصیت تو سید محمد جونپوری کے دعاوی پر ایمان ہے لیکن اس کے علاوہ بھی بعض چیزیں انہیں (دیگر مسلمانوں سے) نمایاں کرتی ہیں، مہدویوں کا عقیدہ ہے کہ فرائض و واجبات قرآنی دو قسم کے ہیں۔ پہلی قسم میں وہ احکام شامل ہیں جن کا

تعلق نبوت وشریعت سے ہے، ان احکام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ لسانِ شریعت مفصل بیان فرمادیا ہے، دوسری قسم میں وہ احکام ہیں جن کا تعلق خاص ولایتِ محمدیہ سے ہے اب مشیتِ الٰہی کو منظور ہوا کہ ان احکام کی بھی تبلیغ ہوجائے لہٰذا حضرت سید محمد مہدیٔ موعود مبعوث ہوئے۔ (رود کوثر ص:۲۷)

⑧ از رودِ کوثر

راجہ چندولال کے دور میں حیدرآباد مہدوی گروہ کا مرکز بن گیا، وہ دس بارہ ہزار کی تعداد میں بمشاہرہ بیش قرار ملازم[1] رکھ لئے گئے، اور اتنا اقتدار حاصل کرلیا کہ بے باکانہ مذہبی بحثیں شروع کردیئے، یہاں تک کہ ۱۲۳۷ھ میں مولوی عبدالکریم کو مذہبی بحث کی بناء پر میر عالم بہادر کی مسجد میں قتل کردیا، جس پر شہر میں فساد ہوگیا اور بہت سے سنی اور مہدوی مارے گئے، نواب سکندر جاہ نے انگریزی فوج کی امداد سے ان کو ملک سے نکالا۔ (رودِ کوثر: ص۲۹)

اسی صفحہ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں: اس کے بعد کا ایک واقعہ ۱۲۹۲ھ میں ہوا، جب حیدرآباد کے ایک مشہور فاضل اور نظام سابق میر محبوب علی خان کے استاذ مولوی زمان خان شاہ جہاں پوری کو ''ہدیہ مہدویہ'' کی تالیف کی بناء پر ایک مہدوی نے مسجد میں شہید کردیا۔

(رود کوثر ص:۲۹ بر حاشیہ)

✦ اسی طرح ضمیمہ میں آپ نے مولوی ابوظفر ندوی کے قلم سے مہدویہ کے بارے میں کچھ تحسینی کلمات تو نقل فرمائے لیکن ان کی یہ تحقیق چھوڑ دی:

⑨ از رودِ کوثر

جب گجرات میں یہ جماعت طاقتور ہوگئی تو اس قدر غلو سے کام لیا گیا کہ منکرینِ مہدی (سید محمد جونپوری) کو کافر کہہ دیا آخر میں جرأت اس قدر بڑھ گئی کہ جو اہل فہم اس کا انکار کرتا اس کو قتل کرڈالتے، اور ہر ایک ان میں سے اپنی جان قربان کرنے کو مذہب کی خدمت اور کارِ ثواب سمجھتا تھا، سلطان محمود بن لطیف خان کے عہد میں ان کا حال بالکل

[1] جب کہ ترکِ دنیا فرائض مذہب میں سے ہے۔

اسماعیلیوں (فرقۂ حسن بن صباح) کی طرح ہو گیا تھا، جس کے باعث گجرات میں فساد بڑھ گیا اور امن جاتا رہا۔ (رود کوثر ص:۳۰)

⑩ از فرہنگِ آصفیہ

✦ ''فرہنگ آصفیہ'' سے بھی آپ نے صرف اپنے مطلب کی بات لی ہے، انھوں نے مہدوی عقائد کو ذکر کرنے کے بعد ''دربارِ اکبری'' کے حوالہ سے میراں صاحب کے متعلق یہ عبارت بھی نقل کی ہے مگر آپ نے نہیں ذکر کی۔

آپ حنفی المذہب تھے اور جونپور کے رہنے والے تھے، خلفشارِ جونپور میں ان کو آواز آئی کہ تو مہدی ہے، اس بنا پر مہدویت کا دعویٰ کیا اور جونپور کی تباہی کو آثارِ قیامت سمجھا جو نئی بات دیکھتے اُسی کو قربِ قیامت کی علامت سمجھتے، اکثر ضعیف الاعتقاد جاہل ان کے گرد جمع ہو گئے اور بہتیروں نے مخالفت کی جس کے سبب جونپور سے تنگ آکر گجرات کا راستہ لیا سلطان محمد گجراتی ان کا معتقد ہو گیا، وہاں بھی لوگوں کی مخالفت نے چین نہ لینے دیا، عربستان کی سیاحی کی، حرمین شریفین کی زیارت سے فرصت پا کر ایران میں آٹھہرے، ان کی خدمت میں لوگوں کا ہجوم دیکھ کر اسماعیل نہایت سختی سے مانع آیا، گو یہ ایران سے فوراً چلے آئے مگر مدتوں ان کا اثر باقی رہا، ۹۱۱ھ میں مقام فراہ میں آکر ہمیشہ کے واسطے سو گئے مگر قبر پرستوں نے قبر کا پیچھا نہ چھوڑا۔ (فرہنگِ آصفیہ: ۱/۳۲۷)

⑪ تاریخِ فرشتہ

قارئینِ کرام اچھی طرح جانتے ہیں کہ مہدوی فرقہ سید محمد جونپوری سے نسبت رکھتا ہے، جنھوں نے ۹۶۰ھ میں اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا، سید صاحب میں حضرت امام مہدی آخر الزماں کی چند خصوصیات پائی جاتی تھیں، اس وجہ سے اکثر لوگ ان کے دعوے پر یقین لے آئے۔ (تاریخ فرشتہ ۲/۴۱۰)

✦ آپ نے حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کی ''تحفہ اثنا عشریہ'' کا حوالہ بھی دیا ہے، یہ کتاب اصلاً ردشیعیت پر ہے، انھوں نے مہدی کے شیعی عقیدہ پر بحث کرتے ہوئے دو جگہ ''مہدویہ'' کا بھی ذکر کیا ہے، ان کی عبارت بعینہٖ ملاحظہ کرلیں۔

⑫ از تحفہ اثناعشریہ

اور یہ بھی جاننا چاہئے کہ ہندوستان میں ایک جماعت اور ہے کہ اپنا ''مہدویہ'' نام کیا (رکھا) ہے ان کا شعار (اعتقاد) یہ ہے کہ ''مہدی آئے بھی اور چلے بھی گئے''.................. بعض مسائل میں اہل سنت و جماعت کے خلاف ہیں مثلاً رفع یدین در دعا اور تقسیم میراث وغیرہ اور یہ سب تابع سید محمد جونپوری کے ہیں (جنہوں نے) کہ (اپنے) آپ کو مہدیٔ موعود خیال کیا تھا، چنانچہ ملاعلی قاریؒ نے اس خیال کے رد میں ایک رسالہ صحیح حدیثوں سے لکھا ہے اور علامتیں مہدی موعود (آخرالزماں) کی مفصل بیان کی ہیں۔ (ترجمہ تحفہ اثناعشریہ ص:۳۹)

دوسری جگہ شیعوں کے اس عقیدہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہ ''امام غائب کے غائب ہونیکی وجہ ان کے نہ ماننے والوں کے ظلم کا اندیشہ ہے'' پوچھا ہے کہ ان کے علاوہ جن لوگوں نے دعوائے مہدیت کیا تو نہ ماننے والوں نے ان کا کیا بگاڑا؟ اسی سلسلہ میں ایک مثال میراں صاحب کی بھی دی۔

⑬ از تحفۂ اثناعشریہ

اور سید محمد جونپوری نے ہندوستان میں چلا چلا کر دعویٰ مہدیت کا کیا اور جماعت کثیر نے افغان دکن اور راجپوتانہ کے اپنا مہدویہ لقب کیا، اور اتباع سید محمد کا کیا (مگر) کسی نے ان کو قتل و سیاست نہ کی۔ (ترجمہ تحفہ اثناعشریہ ص:۳۴۸)

آپ خود ہی سوچیں کہ اس میں مہدویہ اور ان کے عقائد کی حضرت شاہ صاحبؒ نے کیا تحسین و تائید کی ہے؟

✦ آپ نے ملاعبدالقادر بدایونی کے حوالہ سے بھی شیخ علائی اور شیخ نیازی کی سیرت پر روشنی ڈالی ہے، اور ان کی تعریف میں ابوالکلام آزاد کی تحریریں بھی پیش کی ہیں، میں نے بڑی مشکل سے اس نایاب کتاب کو حاصل کر کے اس کا مطالعہ کیا، اس میں جہاں شیخ علائی کا شیخ نیازی سے متاثر ہو کر اور شیخ نیازی کا میراں صاحب سے متاثر ہو کر طریق مہدویہ کو اختیار کر لینا اور اسی نہج پر ریاضات و مجاہدات، اور دعوت الی اللہ کی محنت اور راہِ خدا کی صعوبتوں کا سامنا کرنا وغیرہ سب منقول ہے وہیں شیخ نیازی کے آخر عمر میں سرھند جا کر مہدویت سے خود توبہ کر لینے

اوراپنے متعلقین کوبھی توبہ کراکے عامۂ اہل اسلام کی روش پرقائم ہوجانے کاذکربھی ہے، شاید یہ سطریں آپ کی نظر سے نہ گذری ہوں، ملاحظہ فرمائیے ''ملابدایونی'' لکھتے ہیں:

⑭ ازمنتخب التواریخ

عاقبت بہ سرھند آمدہ ازراہ وروش مہدویہ ابا آوردہ وسائرمہدویہ راازاں اعتقاد باز داشتہ بہ روش متشرعان عام اہل اسلام سلوک می ورزید (منتخب التواریخ ص:۱۱۰)

ترجمہ: بالآخرسرھند پہونچ کرمہدویہ کے طریق سے انکارفرمادیااورتمام مہدویوں کو اس عقیدہ سے بچاکرعام اہل اسلام کے بزرگوں کاطریق اختیارفرمالیا، یہی نہیں بلکہ خود مُلابدایونی کی موجودگی میں حاضرین کے استفسار پرملانیازی نے فرمایا

درزمانِ رحلت حضرت میر سید محمد جونپوری درفراہ حاضر بودم کہ ازدعوائے مہدیت ابا آوردوفرمود کہ من مہدئ موعودنیستم واللہ اعلم (منتخب التواریخ ص:۱۹۴)

یعنی حضرت سید محمد جونپوری کی وفات کے وقت میں فرہ میں موجودتھا، آپ نے دعوئے مہدیت سے رجوع فرماتے ہوئے ارشادفرمایاتھا کہ میں مہدی موعودنہیں ہوں۔

⑮ ازتذکرہ

✦ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

سید محمد عالم حق اورواصل باللہ تھے، بعض خواطر واردات اُن پرایسے گذارے کہ ان کے درک وفہم میں درماندہ وعاجز رہ گئے، اورخوداپنے مقام کی نسبت دھوکہ میں پڑگئے، یہ بات نہ تھی کہ انہوں نے دانستہ غلط دعویٰ کیاہو۔ (تذکرہ ص:۶۱)

⑯ ازنزہۃ الخواطر

علماءان (سید محمد جونپوری) کے سلسلہ میں مختلف باتیں کہتے ہیں، بعض کا کہناہے کہ وہ صاحبِ مقاماتِ عالیہ اورصاحبِ کشف وکرامات تھے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ تھے تووہ صاحبِ کشف وکرامات مگراپنی کیفیت سے متأثرہوکردعوائے مہدیت میں خطاکرگئے تھے، بعض علماء کاخیال ہے کہ ایک جدید مذہب کے موجد تھے، بدایونی کاقول یہ ہے کہ وہ تو صاحبِ مقاماتِ عالیہ تھے، طریقت میں صدق وصفاکے مقام پرفائز تھے، زہدوتقشّف میں

بلند مرتبہ تھے مگر ان کے لوگوں نے ایک نئے راستہ کی بنیاد ڈال لی۔ مرأۃ الاسرار میں ہے کہ وہ عارفین و کاملین میں سے تھے مگر کشف (مہدیت) میں خطاء کر گئے۔ ابن المبارک کہتے ہیں: غلبۂ حال میں انہوں نے مہدیت کا دعویٰ کر دیا تھا، چونکہ صاحبِ کرامات تھے اس لئے عام لوگوں نے اس دعوے کو صحیح مان کر اس کی تصدیق کر ڈالی۔

خزینۃ الاصفیاء میں ہے: انہوں نے حالتِ جذب و استغراق میں ''انا المھدی'' کا دعویٰ کر دیا تھا جیسا کہ بعض دیگر صوفیاء سے بھی ''انا اللہ'' اور ''سبحانی ما اعظم شانی'' جیسے کلمات غلبۂ استغراق میں صادر ہو گئے تھے، لیکن بعد میں جب حالت صحو بحال ہوئی تو اس سے توبہ کر لی اور انکار فرما دیا، مگر جاہل متعلقین نے ان کے امالہ و ازالہ کا اعتبار نہیں کیا، اسی پر مصر رہے کہ وہی مہدی موعود ہیں، اس طرح (بعد کے لوگ) خود بھی راہِ راست سے بھٹک گئے اور اپنے ساتھ بہت سارے لوگوں کو گمراہ کر گئے، ایک نیا مذہب ایجاد کر کے اس کا نام ''مہدویت'' رکھ لیا۔ (نزہۃ الخواطر: ۴/ ۲۸۸)

⑰ از مرقاۃ المفاتیح

پھر معلوم ہونا چاہیے کہ بہت سے لوگوں نے مہدویت کا دعویٰ کیا ہے۔ ان میں سے بعض نے مہدی کے لغوی معنیٰ کو مراد لیا۔ اس میں خیر کوئی حرج نہیں۔ لیکن بعض نے حقیقی معنیٰ پر محمول کرتے ہوئے دعوائے مہدیت کیا ہے، کچھ جہلاء ان کے اطراف جمع ہوئے اور فسادِ اعتقاد کا ارادہ کیا لیکن انہیں قتل کر دیا گیا اور لوگ ان سے راحت پا گئے۔ اسی طرح ہندوستان میں بھی ایک جماعت ظاہر ہوئی ہے جو مہدویہ کہلاتی ہے، جن کے ہاں بہت سی عملی ریاضتیں ہیں کشف و کرامات ہیں اور علانیہ جہالتیں ہیں۔ انہی میں یہ ہے کہ ان کے شیخ ہی مہدی ہیں ان کے علاوہ کوئی اور مہدی نہیں ہو سکتا، ان کی گمراہیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جو اس کا عقیدہ نہ رکھے وہ کافر ہے۔ ہمارے استاذ شیخ علی متقی ؒ نے اس سلسلہ میں ایک رسالہ لکھ کر مکہ مکرمہ میں موجود علماء کرام سے استفتاء کیا تو چاروں فقہ کے مفتیوں نے جواب دیا کہ ایسے عقائد رکھنے والے (خارج اسلام ہیں اور) واجب القتل ہیں۔ اسی طرح روافض کا عقیدہ کہ محمد بن حسن عسکری کا انتقال نہیں ہوا ہے وہ اس وقت لوگوں کی نگاہوں سے مخفی ہیں،

وہ امام مہدی اورامام زمانہ ہیں بھی اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک باطل ہے۔
(ملاعلی قاریؒ: مرقاۃ المفاتیح ۱۰/۹۶)

⑱ از دائرۃ المعارف الاسلامیہ

✦ دائرہ معارف اسلامیہ کا مرتب کہتا ہے۔

الجونپوری: سید محمد کاظمی حسینی بن سید خان المعروف بڈھ اویسی اور والدہ آقا ملک، مہدی ہونے کا مدعی جونپور میں بروز یکشنبہ ۱۴/ جمادی الاولیٰ ۸۴۷ھ م ۱۰/ ستمبر ۱۴۴۳ء کو پیدا ہوا، ہمعصر مآخذ میں سے کوئی بھی اسکے والدین کا نام عبداللہ اور آمنہ نہیں بتا تا جیسا کہ مہدوی مآخذ مثلاً سراج الابصار میں دعوی کیا گیا ہے، بظاہر اس کا مقصد یہ ہے کہ ان ناموں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ناموں جیسا بنادیا جائے تاکہ حدیث کی بعض پیشین گوئیاں جونپوری پر ٹھیک آسکیں، تحفۃ الکرام اور جونپور نامہ میں ان ناموں کا ذکر ہے مگر یہ بعد کی تالیفات ہیں۔ (دائرہ معارف اسلامیہ اردو: ۷/۵۲۱)

حاصل یہ ہے کہ آں جناب نے اپنی تصنیف میں جن غیر مہدوی مؤرخین و محققین کے اعترافات کو بطور استشہاد پیش فرمایا تھا وہ اولاً تو بالکل غیر ضروری تھے اسلئے کہ مسئلہ مبحوث عنہا سے ان کا تعلق ہی نہ تھا، ثانیاً جب ہم نے ان حوالوں سے مراجعت کر کے اطمینان حاصل کرنا چاہا تو معلوم ہوا کہ وہ سب حضرات ہمارے خیال سے متفق ہیں کہ میراں صاحب کا ''دعوائے مہدیت'' کسی غلبۂ حال کا یا کسی غلط فہمی کا نتیجہ تھا جس کا غلط ہونا بقول مُلا بدایونی کے ان پر بھی اور ان کے انتہائی معتقد ملا نیازی پر بھی اواخر عمر میں متحقق ہو گیا تھا، جس کی بناء پر ان حضرات نے اس سے رجوع بھی کر لیا تھا ـــــ جبکہ اہل حق کی شان بھی یہی ہے ـــــ مگر بعد میں غیر اہل علم اور غیر محقق معتقدین نے غلو و افراط کا دروازہ کھولتے ہوئے نہ صرف اس دعوے کو باقی رکھا بلکہ چند در چند دعوے بڑھاتے چلے گئے، تا آنکہ یہ اضافات اور تخیلات عام اہل اسلام کے عقائد سے ہٹ کر ایک مستقل مذہب کی شکل اختیار کر گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق کی طرف رجوع کی توفیق عطا فرمائے، فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ۔

ردِ قوی کے

ضمیمہ ۲ کی تحقیق

عقیدۂ ظہورِ مہدی اہل اسلام کی نظر میں

● تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی پیشین گوئیوں اور سچی خبروں کے مطابق قیامت کے قریب زمانہ میں بلد اللہ الامین (مکہ مکرمہ) میں اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر بندے کا ظہور ہوگا، جن کو سب سے پہلے علماء و صلحاءِ امت پہچانیں گے، ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کریں گے، اور ان کی تبعیت میں غلبۂ اسلام کی جدوجہد کریں گے، ان کا نام ''محمد بن عبداللہ''، لقب ''المہدی'' اور خاندان ''قریش'' ہوگا، وہ اہلِ بیت اطہار میں سے حسنی النسب، یا حسنی و حسینی یعنی نجیب الطرفین ہوں گے، انہی کے دورِ خلافت و امامت میں سیدنا حضرت عیسیٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام کا نزول ہوگا، اور دجال اکبر واعور کا ظہور بھی ہوگا، وہ عدل و انصاف اور شریعتِ محمدیہ کا ایسا کامل نظام قائم فرمائیں گے جس سے ظلم و استبداد کا دور ختم ہوکر امن و امان عام ہوجائے گا، ان کی داد و دہش اس قدر کثیر ہوگی کہ مسلمان معاشی تنگی سے نجات پا جائیں گے، یہودیوں کا قتلِ عام ہوگا، اہل دجل و کفر سے ایسے سخت مقابلے ہوں گے کہ وہ مغلوب اور مسلمان فاتح و منصور ہونگے وغیرہ۔

اس سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں، جن کی تعداد سو سے متجاوز بتلائی جاتی ہیں، محدثین کے نزدیک سند کے اعتبار سے ان میں سے بعض صحیح ہیں، بعض حسن ہیں بعض ضعیف ہیں، ان روایات کی تقریباً تمام ہی اصحاب کتب نے تخریج فرمائی ہے، صحیحین میں اگرچہ نام کی صراحت کے ساتھ کوئی روایت نہیں آئی ہے لیکن ان میں بھی دیگر کتب معتبرہ میں جو صفات و علامات ''مہدی موعود'' کی بتلائی گئی ہیں انہی صفات اور تقریباً انہی الفاظ کے ساتھ کسی امام کے ظہور کا ذکر موجود ہے، ظاہر ہے کہ یہ

اطلاق اس تقیید کی روشنی میں حضرت مہدیؓ ہی کے ساتھ مقید و متعین ہو جاتا ہے، خیر القرون کے لوگوں اور شراح حدیث نے یہی سمجھا ہے۔ اسی لئے صحیحین میں مذکور کسی امام آخر الزماں سے مہدیٔ موعود ہی کو مراد لیا گیا ہے۔

● علامہ مبارکپوری ''تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی'' میں باب ما جاء فی المھدی کے تحت اس سلسلہ کی احادیث و آثار اور ان سے برآمد نتیجہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

تمام مسلمانوں اور تمام علاقوں میں یہ بات معروف و مشہور ہے کہ اخیر زمانہ میں اہل بیتِ نبی سے ایک شخص کا ظہور ہوگا جو دین کی تائید کرے گا، عدل قائم کرے گا، مسلمان ان کی اتباع کریں گے، اور وہ ممالک اسلامیہ پر قبضہ کریں گے، ان کا نام ''المہدی'' ہوگا، اسی کے پیچھے دجال اور دیگر علاماتِ قیامت کا ظہور ہوگا، نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے ظہور کے بعد آسمان سے نزول فرمائیں گے، دجال کو قتل کریں گے، یا انہی کے زمانہ میں نزول فرما کر قتلِ دجال میں ان کی مدد فرمائیں گے۔

مہدی سے متعلق احادیث کی ائمہِ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے تخریج کی ہے، ان میں ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، بزار، حاکم، طبرانی، ابویعلی وغیرہ شامل ہیں، جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ روایات منقول ہیں ان میں علی رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، انس رضی اللہ عنہ، ابوسعید رضی اللہ عنہ، ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، ام سلمہ رضی اللہ عنہا، ثوبان رضی اللہ عنہ مرہ بن ایاس رضی اللہ عنہ، علی ابن حارث رضی اللہ عنہ وغیرہ معروف ہیں۔ ان احادیث کی نوعیت صحیح، حسن، ضعیف ہر طرح کی ہے۔

ابن خلدون نے ان سب کو ضعیف کہا ہے، مگر ان کا خیال صحیح نہیں خطا پر مبنی ہے، بعض لوگوں نے مہدی اور عیسیٰ کو لا مھدی الا عیسیٰ بن مریم سے استدلال کرتے ہوئے ایک ہی شخصیت قرار دیا ہے، لیکن یہ بھی صحیح نہیں، کیونکہ اس حدیث کو بیہقی اور حاکم نے ضعیف قرار دیا ہے، اس سلسلہ میں من کذب بالمھدی فقد کفر کے الفاظ سے ایک

روایت مشہور ہے مگر محدثین کے نزدیک یہ حدیث موضوع ہے[1]۔

مہدی کے سلسلہ میں وارد شدہ احادیث بہت ہیں، ان میں سے اکثر ضعیف ہیں، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ امام ترمذی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی جو روایات یہاں نقل کی ہیں وہ ''حسن'' سے کم نہیں، پھر اس کے بہت سے شواہد و توابع بھی ہیں، اس لئے یہ مسئلہ زیر بحث میں بلا تامل استدلال کے قابل ہیں، پس امام مہدی کے ظہور و خروج کا قول قولِ برحق اور بالکل درست ہے۔ واللہ اعلم

● قاضی شوکانیؒ نے فرمایا کہ مہدی منتظر سے متعلق احادیث ۵۰ اور آثار ۲۸ ہیں انہیں نقل کرنے اور ان پر کلام کرنے کے بعد فرمایا یہ سب روایات تواتر کی حد تک پہونچتی ہیں۔ (مبارکپوری، تحفۃ الاحوذی ۶/۴۸۴)

● مولانا ادریس کاندھلویؒ ''التعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح'' میں فرماتے ہیں:

ظہور مہدی سے متعلق احادیث حدتواتر کو پہونچی ہوئی ہیں، امت نے ہر زمانہ میں انکو تسلیم کیا ہے، اسلئے ظہورِ مہدی کا اعتقاد مسلمانوں پر لازم ہے۔ (کاندھلویؒ التعلیق الصبیح ۶/۱۹۸)

● امام سفارینیؒ فرماتے ہیں:

خروجِ مہدی کی روایات اس قدر کثرت سے مروی ہیں کہ وہ تواتر معنوی کے مرتبے کو پہونچ گئی ہیں، اور ظہورِ مہدی کی بات علماءِ اہل سنت کے نزدیک شہرت و کثرتِ روایات کی وجہ سے عقائد میں شامل ہوگئی ہیں، پس اہل السنۃ والجماعۃ کے اجماع کے مطابق ''ظہورِ مہدی'' کے عقیدہ پر ایمان لانا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے۔ (لوامع الانوار البھیہ)

یہ اہل سنت کے عقیدہ کا مختصر تذکرہ ہے، ورنہ سلف سے خلف تک اور صحابۂ کرامؓ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیکر آج تک تمام علماءِ اسلام ''ظہورِ مہدی'' کی خبروں کو سچا تسلیم کرتے اور انہیں اپنے عقیدہ کا جزو بناتے آرہے ہیں بلکہ اگر کبھی کسی نے اس کے خلاف کہا تو

---

[1] یہ اور بات ہے کہ دوسرے دلائل سے ظہورِ مہدی کی روایات کا انکار کفر ہی ہے۔

علماءِ اسلام نے اس سے بھرپور مقابلہ کرتے ہوئے اس عقیدہ کا دفاع کیا ہے، خواہ وہ کسی مخلص عالم نے کسی غلط فہمی کے نتیجہ میں کہا ہو یا کسی ملحد و بے دین نے اغوائے شیطانی سے مغلوب ہو کر کہا ہو۔

پھر جس طرح انہوں نے ''ظہورِ مہدی'' کے منکرین سے مقابلہ کر کے ان کا قلع قمع کیا اسی طرح ناحق اور قبل از وقت مہدیت کا دعویٰ کرنے والے مدعیوں کا بھی زوردار تعاقب کر کے ان کا مضبوط رد کیا اور حق مہدی مہدی حقیقی کیلئے محفوظ رکھنے کا فریضہ ادا کیا، خواہ یہ دعویٰ کسی مخلص عالم نے کسی غلط فہمی کی بنیاد پر کیا ہو یا کسی ملحد و منافق نے اعراض نفسانی واغوائے شیطانی کے ماتحت کیا ہو۔

اس لئے اہل السنۃ والجماعۃ کو مہدی موعود کے سلسلہ میں ان کی معتدل، مستحکم اور مدلل فکر اور اس متواتر و متوارث عقیدہ کے برخلاف اعتقاد بنانے والوں کے رد کی وجہ سے ''منکرِ مہدی'' قرار دینا دین و دیانت کا خون کرنا اور اپنی عاقبت برباد کرنا ہے۔ جیسا کہ مہدوی حضرات کا طریقہ ہے کہ جب علماءِ اسلام کی جانب سے اُن عقائد کی گرفت کی جاتی ہے جو انہوں نے کتاب وسنت اور اجماعِ امت کے برخلاف وضع کر لئے ہیں تو فوراً اہلِ اسلام کو منکرِ مہدی قرار دے کر ان کی تکفیر پر آمادہ ہو جاتے ہیں، خود روشن صاحب نے ''ردقوی'' میں جگہ جگہ ہم پر یہی بہتان طراز ا ہے۔

وفقھم اللہ وایانا لما یحب ویرضیٰ وجعل آخرتنا خیرا من الاولیٰ

حضرت مہدی قیامت کے قریب ظاہر ہوں گے

حضرت امام مہدی دنیا کے آخری دنوں میں قیامت کے قریب ظاہر ہوں گے اس عقیدے کی صحت کے دلائل، قیامت کی علاماتِ کبریٰ سے متعلق ذخیرۂ احادیث میں پائی جانے والی وہ بے شمار روایات ہیں جن میں صراحت کے ساتھ کہا گیا ہے کہ مہدی کا ظہور علاماتِ قیامت میں سے ہے۔ مثلاً

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر دنیا کا صرف ایک دن ہی باقی رہ جائے تب بھی اللہ تعالیٰ اُس دن کو اس قدر دراز کر دیں گے کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص قسطنطنیہ اور جبل دیلم پر فتح حاصل کر کے اقتدار نشین ہو جائے گا۔ (ابن ماجہ:۲۷۶۹ باب ذکر دیلم ،معجم الشیوخ للطبرانی:۲۵۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیان فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک میرے خاندان کا ایک فرد ظاہر نہ ہو جائے۔
(مجمع الزوائد:۷/ ۱۳۱۵)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر دنیا ختم ہونے میں صرف ایک دن باقی رہ جائے تب بھی اس سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ ایک ایسے آدمی کو مبعوث فرمائیں گے جو میرا ہم نام ہوگا اور جس کے اخلاق میرے اخلاق جیسے ہوں گے، جس کی کنیت ابوعبداللہ ہوگی۔ (المنار المنیف: ۲/ ۱۲۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا آخری زمانے میں ایک ایسا خلیفہ ظاہر ہوگا جو گنے بغیر (لوگوں کو) حقوق عطا کرے گا۔
(مسند احمد:۱۰۵۸۹، مصنف بن ابی شیبہ:۳۸۷۹۵)

اس کے علاوہ مسند احمد، طبرانی و دار قطنی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آخری زمانے کا ذکر منقول ہے کہ ''میری امت کے آخر میں مہدی ظاہر ہوں گے'' اسی طرح حاکم نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں بھی آخر زمانے کا ذکر موجود ہے۔
(دیکھئے کنز العمال جلد ۱۴)

اگلے باب کی روایات اس حقیقت کو مزید مؤکد کر دیتی ہیں۔

یہ بات اہل علم کو معلوم ہے کہ احادیث میں حضرت مہدی کی علامات وصفات کہیں نام کی صراحت کے ساتھ مذکور ہیں اور کہیں نام کی صراحت کے بغیر، لیکن محدثین اور شراح حدیث نے ان سب کو حضرت مہدی سے متعلق ہی مانا ہے، خواہ وہ مہدی کے نام سے ہو یا امام یا رجل کے عنوان سے۔

نیز مہدی کا ظہور وسط میں نہ ہونا قربِ قیامت میں ہونا اس طرح اور بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ان کی آمد کا تذکرہ اکثر کتبِ حدیث میں ابواب الفتن اور اشراط الساعۃ یعنی علاماتِ قیامت کے زیر عنوان ہی ملتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی انہی مواقع پر ان کا ذکر فرمایا ہے۔ جبکہ حدیث کی یہ کتب میراں صاحب کے وجود سے بہت پہلے لکھی گئی تھیں، یعنی ان کے مصنّفین بقول مہدویوں کے علماء سوء نہ تھے کہ مارے حسد کے ایسی حرکت کر بیٹھے ہوں۔ فافھم!

اور حضرت مہدی کے آخر زمانے یعنی قربِ قیامت میں ظاہر ہونا ہر زمانے کے علماء وعوام میں اس قدر معروف ہے کہ وہ بجائے خود ایک مستحکم دلیل ہے، اور اسی عرفِ عام کا نتیجہ ہے کہ مہدوی علماء کے قلم سے بھی — ظہورِ مہدی کو آخر زمانے کے بجائے وسطِ زمانہ میں ماننے کے باوجود — جگہ جگہ ظاہر ہوا ہے مثلاً شواہد الولایت کے پہلے ہی صفحہ پر ''التماس'' کے تحت ''مہدی موعود آخر الزماں'' لکھا ہوا ہے۔

جہاں تک کیف تھلک امتی والی روایت کی ایک سند میں حضرت مہدی کے وسط میں ہونے کا ذکر ہے تو اولاً تو آپ کی صراحت کے مطابق یہ ایسی روایت نہیں ہے جس پر

عقیدے کا مدار رکھا جائے، دوسرے یہ روایت سنداً ضعیف بھی ہے، تیسرے کئی روایات میں ہلاکت سے حفاظت کا سبب صرف اپنا شروع میں ہونا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آخر میں ہونا مذکور ہے، مہدی کے وسط میں ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے، چوتھے اگر اس کو صحیح مان بھی لیا جائے تو وسط کا بالکل بیچوں بیچ ہونا کوئی ضروری نہیں دو کناروں کے مابین پر وسط کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ اور اگر ٹھیک درمیان ہی کے معنیٰ لئے جائیں تو پھر اٹھاریوں صدی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور قیامت کی آمد بھی متعین ہوجانا چاہیے۔ اسلئے اکثر اور معتبر روایات، اجماعِ امت اور قرائن واضحہ کی روشنی میں مہدی موعود کے ظہور کو تو قربِ قیامت اور نزول عیسیٰ علیہ السلام سے متصل ماننے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ یوں ہدایت کے فیضان اور روحانی کمال کے اعتبار سے درمیانِ امت میں بہت سی ہستیاں معنوی طور پر مہدی مانی جاسکتی ہیں۔

واللہ اعلم۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہی کے دور میں ہوں گے

حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں کا ایک زمانہ میں جمع ہونا بھی احادیث سے ثابت ہے حتیٰ کہ حضرت مہدی کا دجال کو قتل کرنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دینا بھی احادیث میں موجود ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک مرتبہ تقریر فرمائی جس میں دجال کا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مدینہ اپنی گندگی اسی طرح باہر نکال دے گا جیسے لوہے کی بھٹی لوہے کے میل کچیل کو صاف کر دیتی ہے، اس دن کو نجات وخلاصی کا دن کہا جائے گا، ام شریک رضی اللہ عنہا نے سوال کیا اے اللہ کے رسول! اس وقت عرب لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اس وقت عرب لوگ مدینہ میں بہت کم تعداد میں ہوں گے، اُن کے اکثر لوگ بیت المقدس میں ہوں گے اور اُن کے امام مہدی نیک شخص ہوں گے اسی اثنا میں کہ امام مہدی لوگوں کو نمازِ فجر پڑھانے کے لئے آگے بڑھ رہے ہوں گے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آسمان سے نازل ہو جائیں گے، امام مہدی انھیں اترتا دیکھ کر الٹے پاؤں پیچھے ہٹنے کی کوشش کریں گے تا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں، لیکن عیسیٰ علیہ السلام اُن کے دونوں کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمائیں گے تم ہی آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ کیوں کہ یہ اقامت تمہارے لئے کہی گئی ہے''۔

(سنن ابن ماجہ: ۴۰۷۷، باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ علیہ السلام)

حضرت جابر ابنِ عبداللہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا جس وقت عیسیٰ ابنِ مریم علیہما السلام آسمان سے اتریں گے اس وقت لوگوں کے امیر مہدی کہیں گے آیئے، ہمیں نماز پڑھایئے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے کہ تم میں سے بعض کو

اللہ تعالیٰ نے بعض پر فوقیت دی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس امت کیلئے اعزاز ہے۔
(المنار المنیف :۳۳۸۱، اس روایت کو علامہ ابن قیمؒ نے صحیح قرار دیا ہے)

ارطاۃ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت میں سے ایک شخص ہدایت یافتہ عمدہ سیرت والا پیدا ہوگا جو شہر قیصر پر چڑھائی کرے گا اور یہ امت محمدیہ کا آخری امیر ہوگا اُن ہی کے زمانے میں دجال کا ظہور ہوگا اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔ (الفتن لابن القیمؒ :۲۴۸، اس روایت کی سند جید ہے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: پیارے چچا! اللہ تعالیٰ نے اسلام (کی دعوت) کا آغاز مجھ سے کیا اور اس کا اختتام آپ کی اولاد کے ایک لڑکے پر کرے گا جو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے پہلے ہوگا۔
(کنز العمال :۳۸۶۹۳)

یہی روایت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے دار قطنی نے نقل کی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نمازِ جنازہ بھی پڑھائیں گے۔ (کنز العمال :۳۸۶۹۴)

اس جگہ مہدوی حضرات دو خلفا کے جمع ہونے کا مسئلہ اٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث کے مطابق جب دو خلیفہ جمع ہو جائیں تو دوسرے کو قتل کر دیا جانا چاہیے تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نعوذ باللہ قتل کر دیا جانا چاہیے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں مذکور قتل کا یہ حکم خلیفہ کے استقرارِ خلافت کے بعد کوئی اور شخص اپنی خلافت کی بیعت لینے لگے تو اس کے واسطے ہے، کیونکہ استقرار خلافت کے بعد کسی کا دعوائے خلافت کرنا خروج و بغاوت کی تعریف میں داخل ہو جائے گا اور باغی قتل ہی کا مستحق ہے۔ (فتح الملہم :۹/۲۹۲)

لیکن جب احادیث سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد وہی مستحقِ خلافت ہوں گے، اور اسی لئے حضرت مہدی انہیں دیکھ کر مُصلّےٰ امامت سے پیچھے ہٹنے لگیں گے، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہی کو امامت کرنے کا حکم دیں گے تو اب حضرت مہدی علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حکم سے امامت فرمائیں گے، اس سے دو خلفا کا متصادم یا جمع ہونا خود بخود باطل ہوگیا۔ اس لئے یہ کوئی وجہ اعتراض نہیں رہا۔

حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام دو الگ الگ شخصیتیں ہیں

کتبِ حدیث میں قیامت کے قریب مہدی کے ظہور سے متعلق جو متعدد روایات پائی جاتی ہیں اُن کے مطالعے سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ قیامت سے پہلے ظہور فرمانے والے حضرتِ مہدی اور نزول فرمانے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جداگانہ ہستیاں ہوں گی، چناں چہ اِس کی وضاحت کیلئے چند قرائن احادیث کی روشنی میں نقل کئے جاتے ہیں:

(۱) پہلا قرینہ یہ ہے کہ مہدیٔ موعود، عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے دنیا میں تشریف لائیں گے اور نزولِ عیسیٰ کے وقت وہی لوگوں کے امیر ہوں گے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عیسیٰ علیہ السلام کے (آسمان سے اُترنے کے وقت لوگوں کے امیر ''مہدی'' اُن سے کہیں گے کہ ''آپ ہمیں نماز پڑھائیے'' تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب میں فرمائیں گے کہ ''تم میں سے بعض، بعض کے امیر ہیں اور اللہ تعالیٰ کا اِس امت کے ساتھ یہ اعزاز ہے''۔ (اخرجہ السیوطی فی الحاوی ۴/ ۶۴ عن ابی نعیم)

(۲) دوسرا قرینہ یہ ہے کہ بہت سی حدیثوں میں حضرت مہدی کی ایک بڑی اہم خصوصیت یہ ذکر کی گئی کہ وہ آلِ رسول میں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہوں گے، چنانچہ حضرعلی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''مہدی ہم اہلِ بیت میں سے ہوں گے''۔ (ابن ماجہ: ۲/ ۳۱۰، مسند احمد ۱/ ۱۰۶)

دوسری روایت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مہدی ہمارے خاندان میں فاطمہ کی اولاد میں سے ہوں گے۔ (مستدرک حاکم، کتاب الفتن والملاحم، رقم الحدیث: ۸۶۷۰)

(۳) تیسرا قرینہ یہ ہے کہ مسلّم طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام معجزاتی طریقے سے بن باپ کے پیدا ہوئے جب کہ احادیثِ مبارکہ میں جا بجا حضرت مہدی کے والد کا اُن کے نام کی صراحت کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میرے اہل بیت میں ایک ایسا آدمی بھیجا جائے گا جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا اور اس کے والد کا نام میرے والد کے نام کے موافق ہوگا۔

(ابوداؤد: ۲/رقم الحدیث: ۳۷۳۳)

(۴) چوتھا قرینہ یہ ہے کہ احادیث میں کئی مقامات پر یہ تصریح ہے کہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت مہدی رحلت فرمائیں گے اور آپ کے وصال کے بعد حکومت کا مکمل انتظام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سنبھالیں گے۔ (دیکھئے: التذکرہ للقرطبی ص: ۷۶۳)

(۵) پانچواں قرینہ یہ ہے کہ احادیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق یہ پیشین گوئی ملتی ہے کہ آپ کی تدفین روضۂ نبوی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک قبر کے قریب عمل میں آئیگی جیسا کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم نے توریت میں یہ لکھا ہوا پایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہوں گے۔ (الفتن: ص: ۳۹۵، رقم الحدیث ۱۳۳۸)

لیکن اس طرح کی پیشین گوئی حضرت مہدی سے متعلق کسی بھی حدیث میں نہیں ملتی، اس لئے ان تمام روایات کی روشنی میں یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوجاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت مہدی دو الگ الگ شخصیتیں ہوں گی۔

نیز گذشتہ صفحات میں وہ روایات گذر چکی ہیں کہ حضرت مہدی علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوں گے، اور حضرت مہدی علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نمازِ جنازہ پڑھائیں گے۔ وغیرہ

عقیدۂ عصمتِ مہدی باطل ہے

’’عصمت‘‘ یعنی ہر قسم کے گناہوں، نافرمانیوں، قولی و عملی لغزشوں سے محفوظ اور معصوم ہونا نبوت کے لوازم میں سے ہے، کیونکہ نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں کی ہدایت وراہنمائی کیلئے بھیجا جاتا ہے، اگر دوسرے لوگوں کی طرح وہ بھی نفس وشیطان کے مکائد اور ذہول ونسیان[1] کے مفاسد سے محفوظ نہ ہو تو پھر اس کی لائی ہوئی شریعت اور امت کو دی ہوئی دعوت مشکوک ومشتبہ اور غیر معتبر ہوجاتی ہے، اس لئے یہ ایک ضرورتِ نبوت ہے اور اس صفت سے کائناتِ انسانی میں سوائے انبیاء علیہم السلام کے کوئی اور موصوف نہیں ہوتا۔ ویسے نبی کے علاوہ کسی اور انسان کو اس کی ضرورت ہے بھی نہیں، کیونکہ سارے انسان اچھے بُرے کی آزمائش اور فسق وتقویٰ کے درمیان امتحان کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، غلطیوں کے امکان اور خطاؤں کے صدور سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے، اور نہ یہ امت کے حق میں عیب ہے۔ اس پر پوری امت کا اجماع ہے اور یہی تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔

● امام قرطبی ’’احکام القرآن‘‘ میں فرماتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام صغائر اور کبائر دونوں سے معصوم ہوتے ہیں، یہی جمہور فقہاءِ اسلام کی تحقیق ہے وجہ بھی ظاہر ہے کہ (چونکہ) بندوں کو انبیاء کے اتباع کا مامور کیا گیا ہے؛ ان کے اقوال واعمال، آثار وعادات سب کے سب علی الاطلاق لائق اتباع قرار دئے گئے ہیں تو ان کا معصوم عن الخطا ہونا ضروری ہے، اور اگر ہم فرض کریں کہ انبیا سے بھی (دوسروں کی طرح) صدور معصیت ہوسکتا ہے، خواہ وہ معصیت صغیرہ ہی کیوں نہ ہو تو ان کی اتباع مطلق اور

---

[1] یہ صحیح ہے کہ ذہول ونسیان نبوت کے منافی نہیں مگر حق تعالیٰ کی خصوصی توجہ اور بروقت یاددہانی کی وجہ سے یہ ذہول ان کی دعوت کو متاثر نہیں کرتا، جو ان کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔

اقتدائے کامل ممکن نہیں رہتی، کیونکہ پھر یہ طئے کرنا مشکل ہوجائے گا کہ ان کا کونسا فعل بطور عبادت کے سرزد ہوا اور کونسا بطور اباحت کے اور کونسا بطور معصیت وغفلت کے؟ اور جب ایسا اشتباہ ہوگا تو ان کی اتباع نہیں کی جاسکتی، کیونکہ کسی ایسے فعل کی اتباع جائز نہیں جس کا معصیت ہونا ممکن ہو۔ (الجامع لاحکام القرآن ۱/۲۵۷)

● امام ابن تیمیہؒ نے مزید صراحت کے ساتھ نبی اور ولی کے فرق کو واضح کیا ہے۔

ولی متقی مسلمان کو کہتے ہیں، ولی ہونے کیلئے غلطیوں اور کوتاہیوں سے معصوم ہونے کی کوئی شرط نہیں ہے، بلکہ گناہ سے معصوم ہونا بھی ولایت کی شرط نہیں ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس امت میں سب سے افضل اور ولی کامل ہیں اس کے باوجود ایک خواب کی تعبیر کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا ''تم نے کچھ صحیح سمجھا اور کچھ غلط'' (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی معصوم عن الخطا نہ تھے)۔ (مجموع الفتاویٰ ۱۰/۶۹۳)

● ایک اور مقام پر اسی مسئلے سے متعلق اجماع امت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

گذشتہ زمانہ میں علماء وعوام سب کا یہی عقیدہ تھا کہ صرف انبیاء کرام گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ ہوتے ہیں، ان کے علاوہ کوئی شخص معصوم عن الخطاء نہیں ہوسکتا، امت میں سوائے جاہل صوفیوں اور غالی شیعوں کے کوئی ایک مسلمان بھی اس کا قائل نہیں کہ نبی کے علاوہ بھی کوئی معصوم مطلق ہوسکتا ہے، جہاں تک انبیاء کرام علیہم السلام کو دئے گئے توبہ واستغفار کے حکم کا تعلق ہے تو وہ صرف اس وجہ سے دیا گیا تھا کہ یہ عمل اللہ تعالیٰ کو محبوب اور پسندیدہ ہے نہ اس وجہ سے کہ ان سے معصیت کا صدور ہوسکتا ہے۔ (ایضاً ۱۱/۴۱۵)

● علامہ عبدالقدیر صدیقی نے بھی ''فصوص الحکم'' کی فصِ دوم کی تمہید میں معصوم ہونے کو نبی کا امتیاز اور اس کی خصوصیت بتلایا ہے۔

نبی کے لغوی معنیٰ خبر دینے یا خبر کے رکھنے والے کے ہیں.................اور نبی کے شرعی واصطلاحی معنی یہ ہیں کہ نبی خدا کا وہ معصوم بندہ ہے جو صاحب وحی ہے، اس شرعی معنیٰ کے لحاظ سے صاحبِ وحی کے سوا کوئی شخص معصوم نہیں ہوسکتا، ایک لفظ کے دو معنی ہونیکی وجہ

سے لوگ اس طرح مغالطہ دیتے ہیں کہ ابتداءً لغوی معنی کے لحاظ سے اپنے کو نبی کہتے ہیں، لوگ اس کو گوارا کرلیں تو بروزی نبی کہتے ہیں، پھر دعوے میں ترقی کرتے ہیں تو اصطلاحی نبی بن بیٹھتے ہیں، حتیٰ کہ انبیاء سے بھی افضلیت کا دعویٰ کرتے ہیں، اور ان مسلمانوں کو جو ان کے دعاوی تسلیم نہیں کرتے کافر کہتے ہیں۔ (فصوص الحکم ص: ۲۳/ ۲۴)

● علامہ شبلی نعمانیؒ نبی کی خصوصی امتیازات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نبی کی تیسری اور اہم خصوصیت اس کی بے گناہی (معصومیت) ہے یہود میں چونکہ نبی کا "پیشین گو" ہونے کے علاوہ اور کوئی صحیح تخیل نہیں اس لئے ان کی کتابوں میں انبیاء کی طرف ایسی باتیں منسوب کی گئی ہیں جو ان کی شان نبوت کے سراسر منافی ہیں، عیسائیوں میں صرف ایک مسیح کی ذات معصوم مانی جاتی ہے، (ان کے علاوہ کسی کی نہیں) لیکن اسلام میں یہ عقیدہ ہر نبی اور رسول کی نسبت عام ہے اس کے نزدیک تمام انبیاء و رسل گناہوں سے پاک اور معصوم تھے۔ (سیرۃ النبیؐ: ۴/ ۵۸)

● علامہ بدر عالم مہاجر مدنیؒ فرماتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ نبوت اور عصمت ایک ہی حقیقت کے دو اعتبارات سے دو نام ہیں، یعنی جو معصوم ہے وہ صرف نبی ہی کی ذات ہے اور جو نبی ہے وہ یقیناً معصوم بھی ہے۔

(ترجمان السنۃ: ۳/ ۳۳۱)

آخری دو علماء کرام نے مذکورہ بالا کتابوں میں اس مسئلے پر کتاب وسنت اور اجماعِ امت کی روشنی میں بہت تفصیل سے روشنی ڈال کر یہ ثابت کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سب کے سب معصوم تھے اور یہ کہ معصوم ہونا انسانوں میں صرف انبیاء ہی کی شان ہے کسی اور کو کسی طرح بھی یہ مقام حاصل نہیں ہوسکتا، کیونکہ غیر نبی کو اس خاص حفاظتِ خداوندی کی ضرورت ہی نہیں، اسلئے معصوم عن الخطاء ہونا ضروریاتِ نبوت اور خصائصِ انبیاء میں سے ہے۔

یا یوں سمجھئے کہ عصمت معجزہ ہے اور معجزات بالاتفاق انبیا کی خصوصیت ہیں، چنانچہ قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب "الشفاء فی حقوق المصطفٰی" میں "القسم الثالث

فیما یجب‘‘، کے تحت اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، اہل علم اس کی مراجعت فرما سکتے ہیں۔

مہدویہ اس کے جواب میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ مہدی بھی بیانِ قرآن اور فرائضِ دور ولایت کے بتانے پر مامور ہیں اس لئے ان کیلئے بھی عصمت ضروری ہونی چاہیے مگر جب یہ دعویٰ ہی کتاب وسنت کی روشنی میں تشنۂ ثبوت ہے بلکہ خود مدعی نے بقول شیخ نیازی کے اس سے رجوع فرمالیا تھا تو نبوت ومہدیت میں ہمسری اور اتحادِ خصوصیات کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔ ہاں! اتباعِ کامل مہدی کی شان بتلائی گئی ہے اور یہی ان کا کمال اور مقبولیت کا راز ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت مہدی حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما سے افضل نہیں ہیں

قرآن کریم کی متعدد آیات میں اشارۃً اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے شمار ارشادات میں بداہۃً وصراحۃً حضراتِ شیخین ——ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما—— کے بارے میں اس قدر فضائل وارد ہوئے ہیں کہ امت میں کسی اور کو یہ خصوصیت نصیب نہیں ہوئی، اسی وجہ سے امت کا اس پر اجماع ہو گیا کہ یہ دونوں بزرگ صحابی رضی اللہ عنہما - انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سب سے اونچے مقام اور اعلیٰ مرتبہ کے حامل ہیں، احادیثِ صحیحہ متواترہ ان کی افضلیت اور تمام اولیاء پر برتری کی کھلی ہوئی دلیل ہیں، امت کے اس اجماع کے برخلاف امام ابن سیرینؒ نے حضرت مہدی کو ان حضرات سے افضل قرار دیا ہے، ہر شخص غور کر سکتا ہے کہ ایسی صورت میں جب کہ ایک طرف پوری امت کے علماء و محدثین اور فقہاء و متکلمین کی اجماعی تحقیق اور متفق علیہ عقیدہ ہے، دوسری جانب اکیلے امام ابن سیرینؒ کا نظریہ! تو ترجیح دونوں میں سے کس کو دی جا سکتی ہے؟ بہت صاف اور پورے انصاف کی بات بس یہی ہے کہ ابنِ سیرینؒ کے کلام کی کوئی مناسب توجیہ کر لی جائے لیکن اپنا عقیدہ کتاب وسنت اور اجماعِ امت کے مطابق رکھا جائے، بالخصوص جب کہ ابنِ سرینؒ کا یہ قول روایۃً ضعیف بھی ہے، اسی لئے علماءِ اسلام نے یا تو ابنِ سیرینؒ کے تفرد کی طرف توجہ ہی نہیں دی اور اگر اسے کچھ اہمیت دی بھی تو تردید یا توجیہ سے کام لیا، چنانچہ امام سیوطیؒ ابن حجر ہیثمیؒ، اور ملا علی قاریؒ جیسے محدثین کرام نے ابنِ سیرینؒ کے اس مقولہ کے متعدد جواب دیئے ہیں مثلاً امام سیوطیؒ فرماتے ہیں:

● (ابن سیرینؒ کے) اس قول کا مطلب ایسا ہی ہے جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادِ گرامی ''آخیر زمانے کے لوگوں کو دین پر ثبات کا ثواب پچاس صحابہ کرامؓ کے ثوابوں کے

برابر ملے گا'' کا مطلب ہے کہ یہ صرف ان لوگوں کے کثرتِ مجاہدہ اور شدتِ مقابلہ کی تعریف وتوصیف اور کثرتِ ثواب کی خبر ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اخیر زمانہ کے لوگ حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مرتبے میں بھی بڑھے ہوئے ہوں گے۔ اسی طرح اہل اسلام حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما سے کسی کو افضل وبرتر نہیں مانتے، بلکہ بڑے سے بڑے ولی کامل کا مرتبہ بھی عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کم تر سمجھتے ہیں، کیونکہ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبتِ بابرکت اور نظر فیض اثر نے جس مقام پر پہونچادیا تھا وہاں تک کسی عبادت وریاضت اور اعمالِ صالحہ کے ذریعہ پہونچنا ممکن نہیں ہے، اسلئے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت وزیارت نصیب نہیں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام ولایت کو ہرگز نہیں پاسکتے۔

● حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تواتراً منقول ہے کہ اس امت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ اس پر شیعہ مذہب کے متقدمین کا بھی اجماع ہے، بلکہ پوری امت کا اجماع ہے حتیٰ کہ خوارج بھی یہی کہتے ہیں۔
(شرح اصول اعتقاد للالکائی ص:۲۲)

● امام ربانی مجدد الف ثانی ؒ فرماتے ہیں:

اس بات پر سلف کا اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد حضرت صدیق (اکبر رضی اللہ عنہ) تمام انسانوں سے افضل ہیں، وہ بڑا ہی احمق ہے جو اجماع کے برخلاف ہے۔
(مکتوباتِ امام ربانی ؒ: ۳/۴۴۸)

● امام محمد بن احمد سفارینی ؒ فرماتے ہیں:

ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے حضرت مہدی سے افضل ہونے بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے برتر ہونے پر پوری امت کا اجماع ہو گیا ہے بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حضرت مہدی سے افضل ہیں۔ (لوامع الانوار البہیہ ص:۳۴۴)

● امام ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں:

حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج کسی ایسے شخص پر نہ طلوع ہوا نہ

غروب ہوا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہو‘‘......تمام امتوں میں سب سے افضل امتِ امتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے، امتِ محمدیہ میں سب سے بہتر اور افضل اس زمانہ کے لوگ ہیں جو عہد رسالت میں موجود تھے (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ان میں سب سے افضل السابقون الاولون، اور ان میں سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۱۱/۲۲۲)

عقلاً بھی افضل الاولیاء وہ ہو سکتا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی صحیح معرفت اور کمال اتباع رکھتا ہو، اور ظاہر ہے کہ دین نبی کی صحیح معرفت اور کمال اتباع میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی سب سے زیادہ کامل الاتباع اور عارف باللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، پس معلوم ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی افضل الاولیاء ہیں۔ جو خاتم الاولیاء ہوگا وہ آخری ولی تو ہو سکتا ہے افضل ولی نہیں ہو سکتا۔ (ایضا:۱۱/۲۲۳)

اس امت کے افضل اولیاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مہاجرین وانصار میں سے السابقون الاولون ہیں اس امت میں سب سے بہتر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ پھر علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ خاتم الاولیاء درحقیقت اس امت کا آخری متقی مسلمان کہلائے گا، لیکن وہ نہ تو تمام اولیاء سے بہتر ہوگا نہ ہی ان سب سے افضل، کیونکہ سب سے بہتر اور سب سے افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں کہ جن سے بہتر (اس امت میں) اور کوئی نہیں ہے۔ (ایضاً:۱۱/۴۴۴)

بہر حال ایک امام ابن سیرینؒ کے تفرد کو لے کر پوری امت کے اجماع کو مسترد کر دینا نہ عقل وخرد کا تقاضہ ہے نہ دین ودیانت کا!

اللہ تعالیٰ ہمیں قبولِ حق اور اس پر ثبات کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء کی تحقیق

خاتم الانبیاء ہونا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعینہ صفت ہے، قرآن نے بھی آپ کو خاتم النّبیین قرار دیا ہے اور خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بار بار مختلف موقعوں اور متعدد تعبیروں میں اپنے خاتم النّبیین ہونے اور اپنے بعد کسی اور نبی کے مبعوث نہ ہونے کا اعلان فرمایا ہے، یہ بھی واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختمِ نبوت کے منافی نہیں کیونکہ وہ نزول کے بعد شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے پابند ہوں گے اور اسی کو نافذ کریں گے یہ حقیقت تمام فرقہائے اسلام کے نزدیک مسلمہ ہے۔

● امام طحاویؒ فرماتے ہیں:

......................اور ہمارا عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے منتخب بندے، چنندہ نبی اور پسندیدہ رسول ہیں، اور آپ خاتم النّبیین، امام المتقین سید المرسلین اور محبوب رب العالمین ہیں، آپ کے بعد ہر دعوائے نبوت گمراہی اور ہوس ہے، اور آپ ہی تمام انسانوں اور جنات کی ہدایت کیلئے کے لئے نور وضیاء اور حق وہدایت بنا کر مبعوث کئے گئے ہیں۔ (شرح عقیدہ الطحاویہ ۸۴ تا ۱۰۰)

یہ تمام اہل سنت کا اعتقاد ہے جو عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے تا ہنوز قائم ودائم ہے، جس میں نہ کوئی اختلاف ہوا نہ ہوسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جس کسی کو نبی بننے کا شوق ہوا اس کو اپنا کام چلانے کے واسطے تاویلاتِ باطلہ وباردہ کا سہارا لینا پڑا، جبکہ تاویل وتوجیہ کی بیساکھی بھی اس کے آگے بڑھنے میں مددگار ثابت نہ ہوسکی۔

یہ تو خاتم الانبیاء کی بحث تھی، اب خاتم الاولیاء کے مسئلہ کو لیجئے، اگر خاتم الاولیاء سے اس کے محض لغوی معنے مراد ہیں تب تو یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے، اس لئے کہ جو اس امت میں سب سے آخری ولی ہوگا وہی ''خاتم الاولیاء'' کہلائے گا بعض علماء نے اس حقیقت کے مدنظر کہ حضرت مہدی کے بعد چونکہ حالات بگڑتے اور ایمان کمزور ہوتے ہی چلے جائیں گے، شر وشرارت کا غلبہ اس قدر ہوجائے گا کہ قیامت قائم ہوجائیگی، حضرت مہدی کو خاتم الاولیاء مانا ہے تو اس مفہوم میں انہیں خاتم الاولیاء کہنے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ لیکن یہ دعویٰ کہ خاتم الاولیاء خاتم الانبیاء کی طرح افضل الاولیاء بھی ہوتا ہے اس کی کوئی دلیل کتاب وسنت میں نہیں ہے۔

● علوم اسلامیہ کی تعریفات کے لئے اہل علم میں مقبول ومستند کتاب ''کشاف اصطلاحات الفنون'' میں لفظ خاتم کی تعریف طریقت کے رموز میں اس طرح بیان کی گئی ہے: صوفیہ کی اصطلاح میں اس شخص کو خاتم کہتے ہیں جس نے راہِ سلوک کے تمام مقامات طئے کر کے اس کی تکمیل کر لی ہو۔ (کشاف: ۲/۷۵)

● امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''خاتم الاولیاء'' کی اصطلاح بالکل باطل و بے اصل اصطلاح ہے، جس کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے، اور (غالباً) اس لفظ ''خاتم الاولیاء'' کا ذکر سب سے پہلے حکیم ترمذیؒ نے کیا ہے، ان کے بعد دیگر لوگوں نے اس لفظ کا استعمال اور اپنے خاتم الاولیاء ہونے کا دعویٰ شروع کیا، بعض جاہلوں نے تو (ولایت ونبوت کی غیر مشروع تقسیم کر کے) اپنے کو خاتم الاولیاء اور بعض وجوہ سے افضل الانبیاء تک کہہ ڈالا ہے، یہ سب کسی خاص عہدے ومقام کی حرص کا نتیجہ تھا، ان لوگوں نے جب دیکھا کہ خاتم الانبیاء کے بعد اب نبوت کے دعوے کیلئے کوئی راستہ نہیں رہ گیا ہے تو خاتم الاولیاء کی اصطلاح نکال کر اپنے کو اس پر فائز کرنا شروع کر دیا، جبکہ ''خاتم الانبیاء'' کتاب وسنت کے مضبوط دلائل سے ثابت مقام ہے (جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے)

اور خاتم الاولیاء کے مقام کیلئے کوئی دلیل کتاب وسنت میں موجود نہیں ہے۔
(مجموع فتاوی ابن تیمیہ:۱۱/۴۴۴)

● شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں:

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے ساتھ (مطابق) حکم دیں گے، اور وہ خاتم الاولیاء ہوں گے، کیونکہ یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف (اور خصوصیت) ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر ولایت ختم فرمائی، اور ایک مکرم رسول و نبی کے ساتھ ولایت مطلقہ کو ختم فرمایا جن کے ساتھ (پاس) مقام ولایت ہے۔ (فتوحاتِ مکیہ ۳/۳۰)

پھر یہ شیخ اکبر کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خاتم الاولیاء ماننا لغوی معنیٰ کے اعتبار سے ہے اور اصطلاحی وشرعی معنیٰ کے اعتبار سے وہ خاتم الاولیاء، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو مانتے ہیں۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی فتوحاتِ مکیہ اور فصوص الحکم میں ان کی تحقیقات بظاہر الفاظ متضاد ہیں اور بہت سی جگہوں پر تو ان کی باتیں شریعتِ اسلامی کے بنیادی اصولوں کے مغائر اور ان سے متصادم معلوم ہوتی ہیں، اسی لئے علماء کے ایک طبقے نے ان کی تکفیر کی ہے، ایک دوسرے طبقے نے ان کے کلام کی تاویل وتحویل کا راستہ اختیار کیا ہے، اس کے برخلاف مدعیان مسیحیت ومہدویت نے ان کی متضاد تعبیرات اور مخصوص اصطلاحات سے اپنی گمراہی کی دلیل میں بھر پور فائدہ اٹھانے کی کوشش ہے، ہمیں دوسرے مدعیوں کی طرح مہدوی حضرات کی کتب میں بھی اپنے غیر اسلامی نظریات کی تاکید وتائید کیلئے ان کا حوالہ بار بار ملتا ہے، کئی جگہوں پر تو صرف مفید مطلب چند جملے لے لئے گئے ہیں اور مکمل بحث سے گریز کیا گیا ہے، حالانکہ ان کی کسی فص (باب) سے مکمل دیکھے بغیر کوئی نتیجہ نکالنا نہایت مشکل کام ہے، جیسا کہ ان کے شارحین نے اعتراف کیا ہے، خاتم الاولیاء کے سلسلہ میں بھی شواہد الولایت اور انصاف نامہ وغیرہ میں ان کی ادھوری عبارات میری نظر سے گذری تھیں، اس وقت یہی خیال ہوا کہ ابنِ عربی کے کلام کی حیثیت کسی دلیل شرعی کی تو ہے نہیں، اسلئے توجہ نہیں دی گئی

اور دلیل شرعی کا مطالبہ کیا گیا تھا، مگر جب ''ردقوی'' میں مصنف نے بقول خود ہماری وزنی عقل کو ہلکی بنانے اور شیخ اکبر کا قائل کرانے کا مضمون چھیڑا تو ہم نے فتوحات اور فصوص ہی کی طرف رجوع کرنے کا ارادہ کرلیا، ان دونوں کتابوں میں خاتم الاولیاء کی بحث کا مکمل مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہاں کچھ اور ہی صورتحال ہے، مہدوی حضرات نے ان کی مکمل عبارات سے گریز کرتے ہوئے ایک آدھ جملے کو اپنی عبارتوں میں مفید مطلب بنا کر شامل کرلیا ہے۔

ابن عربیؒ نے خاتم الاولیاء کا تذکرہ فتوحات کے تیسرے حصے میں مختصراً اور فصوص کی فص ''حکمت نفثیہ'' میں مفصلاً کیا ہے، اہل علم حضرات فتوحات ج ۳ ص: ۱۳۰ اور فصوص الحکم فص حکمت نفثیہ، شیثیہ میں ملاحظہ کرسکتے ہیں، ہم نے اس پوری بحث سے جو کچھ سمجھا ہے وہ بطور خلاصہ کے ذیل میں درج کررہے ہیں:

- خاتم الاولیاء اور خاتم الانبیاء میں خاتم کے ایک تو لفظی ولغوی معنی ہیں اور ایک شرعی واصطلاحی معنیٰ ہیں لغوی اعتبار سے خاتم آخری کو کہتے ہیں اور شرعی اعتبار سے آخری کے ساتھ افضل واکمل خاتم کہلاتا ہے۔
- خاتم الاولیاء لغوی معنی کے اعتبار سے اخیر زمانہ کے ولی کامل کو کہا جانا چاہئے اور وہ ان کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور شرعی واصطلاحی معنی میں خاتم الاولیاء خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوسکتا۔
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق مع الحق ولایت کہلاتا ہے، اور تعلق مع الخلق نبوت سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نبوتِ محمدی کا مظہر کوئی اور ہستی ہوتی ہے اور ولایتِ محمدی کا ظہور کسی اور میں ہوتا ہے۔
- نبی کی ولایت یعنی تعلق مع اللہ نبی کی نبوت یعنی تبلیغی مصروفیت سے افضل ہوتی ہے، صوفیاء کے قول الولایۃ افضل من النبوۃ کا یہی مفہوم ہے۔
- جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی خاتم الانبیاء ہیں اور وہی خاتم الاولیاء ہیں تو آپ کے علاوہ جتنے انبیاء ہوئے ہیں اور جتنے اولیاء ہوئے اور ہوتے رہیں گے انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہی کے مشکوٰۃ ولایت ومشکوٰۃ نبوت سے فیض حاصل ہوا اور ہوتا رہے گا، کہیں اور سے نہیں، اس لئے کہ انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور ولایت دونوں بالذات اور بلا واسطہ ہیں، دیگر انبیاء واولیاء کی نبوتیں اور ولایتیں آپ کے واسطے اور فیض سے حاصل شدہ ہیں۔

● علامہ حسرت صدیقی نے "فصوص الحکم" کے ترجمہ میں ہر فص سے پہلے ایک تمہیدی نوٹ لکھا ہے، جس کا مقصد شیخ کی عبارات کے اشتباہ کو رفع کرنا بتلایا ہے، اس فص سے پہلے بھی انہوں نے ایک نوٹ لکھا ہے کہ:

اس مقام میں شیخ عربی نے جو مسائل بیان کئے ہیں کچھ ایسے انداز سے ہیں کہ لوگ یا تو غلط طور پر مان کر ورطۂ جہالت میں پڑ جاتے ہیں، یا ان امور کا مصداق خود کو ظاہر کر کے لوگوں کو حضیضِ ضلالت میں گرا دیتے ہیں (ص:۲۳)

پھر اس پوری فص کا عام فہم خلاصہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اب خاتم الاولیاء کو لیجئے: اول تو قرآن وحدیث میں لفظ خاتم الاولیاء کی کوئی سند نہیں ہے اور اگر خاتم الانبیاء پر قیاس کر کے خاتم الاولیاء کے معنے پیدا کئے جائیں تو خاتم الاولیاء بمعنے آخر اولیاء ہوگا، یعنی وہ ولی جس کے بعد کوئی ولی نہ ہو یہ لفظ اس شخص پر صادق آئے گا جو قربِ قیامت میں ہوگا، اور اس کے بعد کوئی ولی نہ ہوگا، اور اصطلاح جدید کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کا ولی ومقربِ الٰہی مراد لیا جائے تو اس کے مصداق صرف صاحبِ مقامِ محمود وحبیبِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں، کیونکہ ان سے زیادہ خدا تعالیٰ کا کوئی مقرب نہیں ہے۔

ان محاورات واصطلاحات کے نہ سمجھنے اور بات سے بات ملانے میں حیرت وپریشانی لاحق ہوتی ہے اختلافات پیدا ہوجاتے ہیں، اور گمراہی کی نوبت آجاتی ہے۔ (ص:۲۶)

حاصل کلام یہ ہے کہ اولاً تو "خاتم الاولیاء" کی یہ اصطلاح یا مقام محض ایک قیاسی اور غیر ثابت شدہ مقام ہے۔ ثانیاً اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کا اطلاق لغۃً اس امت کے اس آخری ولی پر ہوگا جس کے بعد قیامت تک کوئی ولی نہ ہو اور شرعاً تو صرف اور صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہی ہوسکتا ہے، مگر مہدیٔ موعود پر اس کا اطلاق نہ لغۃً صحیح ہے نہ شرعاً۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

بسم اللہ تعالیٰ

ملاحظہ

یہ کتاب ''رد روشن'' اسی وقت لکھی گئی تھی جبکہ ''ردقوی'' چھپ کر سامنے آئی تھی، لیکن طباعت کی بجائے ویب سائٹ پر ڈال دینے کو کافی سمجھا گیا تھا۔ جب ''ردقوی'' کا نیا اور اضافہ شدہ ایڈیشن بھی چھپ گیا تو احباب ومخلصین کی رائے یہی ہوئی کہ اس کی بھی اشاعت ہو جانی چاہئے، چنانچہ شائع کیا جا رہا ہے۔

اسی اثناء میں معلوم ہوا کہ صاحب تبصرہ کی وفات ہو چکی ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ انہوں نے قبل از وفات غالی عقائد سے رجوع بھی کر لیا تھا، اگر یہ روایت صحیح ہے تو ہم ان کیلئے اور اپنے لئے بھی دعائے مغفرت ورفع سیئات کی دعا کرتے ہیں۔

حق تعالیٰ سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین